تحفظ ناموسِ رسالت ﷺ پر لاہور ہائی کورٹ کا

تاریخی فیصلہ

قادیانیوں کی طرف سے شانِ رسالت ﷺ
میں کی گئی گستاخیوں سے پردہ اُٹھتا ہے!

- جناب جسٹس خلیل الرحمٰن خاں
- جناب جسٹس میاں نذیر اختر
- جناب جسٹس ایس ایم زبیر

''مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکام نے یہ بات ممکن بنا دی ہے کہ ملزموں کا عدالتی طریقہ کار سے مواخذہ کیا جا سکے اور معاشرہ میں رجحان پیدا کر دیا ہے کہ قانونی کارروائی کا سہارا لیا جائے۔ تعزیرات پاکستان کی محولہ بالا دفعہ کے تحت مقدمے کے اندراج سے ملزم کو ایک عرصہ حیات میسر آ جاتا ہے۔ اس امر کے پورے موقع کے ساتھ کہ وہ اپنی پسند کے وکیل کے ذریعے عدالت میں اپنا دفاع کرے اور سزایابی کی صورت میں اعلیٰ عدالتوں میں اپیل' نگرانی وغیرہ جیسی دادرسی کا فائدہ اٹھائے۔ کوئی بھی شخص' کجا ایک مسلمان' ممکنہ طور پر اس قانون کی مخالفت نہیں کر سکتا' کیونکہ یہ من مانی کا سدباب کرتا ہے اور قانون کی حکمرانی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔سی کے احکام کی تنسیخ کر دی جائے یا انہیں دستور سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہو جائے گا۔''

اپنی بات

مورخہ 25 اپریل 1994ء کو توہینِ رسالت کے ایک مقدمہ میں لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ نے درخواست ضمانت پر اٹھائے گئے بعض نکات میں ایک یادگار فیصلہ سناتے ہوئے قرار دیا کہ توہینِ رسالت کا قانون آئین کے منافی نہیں ہے اور یہ کہ اسلام' دوسرے مذاہب کا احترام دیگر تمام مذاہب سے زیادہ کرتا ہے۔

جسٹس خلیل الرحمٰن خان' جسٹس ایس ایم زبیر اور جسٹس میاں نذیر اختر پر مشتمل بنچ نے تھانہ پپلاں ضلع میانوالی کے ریاض احمد وغیرہ کی طرف سے داخل کی گئی درخواست ضمانت کے دوران فیصلہ سنایا کہ اسلام کسی بھی مذہب سے زیادہ دوسرے مذاہب کا احترام سکھاتا ہے۔ فاضل بنچ نے مزید قرار دیا کہ مسلمانوں کو' جو ملک کی کل آبادی کا 97 فیصد ہیں' دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والوں کے عقائد کا احترام کرنا چاہیے۔ درخواست کی سماعت کے دوران بعض عیسائی تنظیموں کی طرف سے استدعا کی گئی کہ توہینِ رسالتؐ کے قانون کا دائرہ اثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت تمام انبیائے کرام تک بڑھایا جائے اور ان کی توہین کرنے والوں کو وہی سزا (سزائے موت) دی جائے جو رسول اکرمؐ کی اہانت کرنے کی پاداش میں دی جاتی ہے۔ عدالت نے قرار دیا کہ یہ معاملہ پہلے ہی پاکستان لاء کمیشن اور اسلامی نظریاتی کونسل کے زیرِ غور ہے اور مجموعہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 (سی) میں جلد ہی ضروری ترمیم ہونے کی توقع ہے۔ اس لیے وہ اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہیں کرے گی۔

تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 (سی) کے بارے میں بنچ کے فاضل رکن جسٹس میاں نذیر اختر نے اپنے مختصر توضیحی نوٹ میں قرار دیا کہ یہ دفعہ آئینِ پاکستان سے متصادم نہیں ہے بلکہ یہ دفعہ ملزم کی زندگی کو تحفظ اور اسے اپنی صفائی پیش کرنے کا موقع فراہم کرتی ہے۔ اسی دفعہ کے تحت ملزم کا مواخذہ کرنا ممکن ہے' تاکہ معاشرہ میں امن قائم رہے۔ اگر اس دفعہ میں ترمیم کر دی

جائے' یا اسے آئین سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں پرانا دور پھر سے لوٹ آئے گا اور لوگ ملزموں سے جائے واردات پر ہی نمٹنے لگیں گے۔

مزید برآں درخواست ضمانت کے سلسلہ میں سنگل بنچ نے قادیانیوں کی طرف سے توہینِ رسالتؐ کے ضمن میں ایک تاریخ ساز فیصلہ صادر فرمایا' جس میں عزت مآب جناب جسٹس میاں نذیر اختر نے قادیانیوں کی طرف سے نبی کریم ﷺ کی شان اقدس میں کی گئی گستاخیوں کا تفصیل سے جائزہ لیا ہے اور قرار دیا کہ قادیانی مذہب کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں میں توہینِ رسالت ﷺ کا ارتکاب پایا جاتا ہے اور قادیانی اپنے نبی مرزا قادیانی کی تحریروں کو مقدس وحی کا درجہ دیتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں۔ لہذا جب کوئی قادیانی' مرزا قادیانی کی تحریروں کو پڑھتا ہے' تو وہ توہینِ رسالتؐ کا مرتکب ہوتا ہے۔

ذیل میں لاہور ہائیکورٹ کے فل بنچ (جسٹس خلیل الرحمٰن خاں' جسٹس میاں نذیر اختر' جسٹس ایس ایم زبیر) اور سنگل بنچ (جسٹس میاں نذیر اختر) کے تاریخی فیصلوں کے مکمل متن کا اردو ترجمہ پیش کیا جا رہا ہے۔

اس تاریخی مقدمہ میں ماسٹر محمد خان صاحب' چودھری بشیر احمد' عبدالحمید' عبدالقدیر' نصر اللہ' ملک غلام حیدر' ملک محمد نواز اسٹر' ملک محمد سرخور اسٹر اور بالخصوص غلام بشیر جوئیہ ایم۔ پی اے اور چودھری محمد نواز چک نمبر 15 ڈی۔ بی نے بے حد معاونت اور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔ اللہ رب العزت ان سب کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ (آمین)

طالب دعا

ڈاکٹر محمد صدیق شاہ بخاری

لاہور

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی معلومات)

مقدمہ نمبر:

متفرق فوجداری درخواست نمبر 140۔بی لغایت 1994

فریقین:

ریاض احمد و 3 دیگران .... درخواست گزار

بنام

سرکار

سماعت کنندہ فل بنچ:

- جسٹس خلیل الرحمٰن خاں
- جسٹس ایس ایم زبیر
- جسٹس میاں نذیر اختر

منجانب سائلان:

- خواجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ

منجانب سرکار:

- نذیر احمد غازی' اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل (پنجاب)

رشید مرتضٰی قریشی ایڈووکیٹ نے پاکستان کرسچین پارٹی اور پاکستان مسیحی کاشتکار پارٹی کی وکالت کی۔

تاریخ ہائے سماعت:

10و11-اپریل1994ء۔

تاریخ فیصلہ:

9جون1994ء۔

فیصلہ

جسٹس خلیل الرحمٰن خاں

1- فاضل چیف جسٹس نے فل بنچ ان سوالات کا جائزہ لینے کی غرض سے تشکیل دیا' جو فاضل سنگل بنچ نے ریاض احمد و 3 دیگران کی طرف سے زیر دفعہ 295۔سی مجموعہ تعزیرات پاکستان مورخہ 20-نومبر93ء کو تھانہ پپلاں ضلع میانوالی میں ابتدائی رپورٹ (ایف آئی آر نمبر 160) کے بموجب درج کردہ مقدمہ میں ضمانت کے لیے داخل کی گئی درخواست میں اٹھائے تھے۔سوالات درج ذیل تھے:

(الف) آیا پولیس کسی فوجداری مقدمہ میں شکایت وصول کرنے کے بعد روزنامچہ میں باضابطہ ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر تفتیش کرسکتی ہے؟

(ب) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-سی کے تحت آنے والے حساس معاملات میں' مقدمہ کے اندراج میں' پولیس کی طرف سے افسرانِ بالا سے اجازت لینے کے باعث جو تاخیر کردی جاتی ہے' اسے کوئی وزن دیا جاسکتا ہے؟

(ج) آیا ملزمان کی طرف سے استعمال کی گئی زبان (جیسا کہ ابتدائی رپورٹ میں الزام لگایا گیا ہے) جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کی

تعلیمات کے عین مطابق ہے' حضرت محمد ﷺ کی توہین کے زمرہ میں آتی ہے؟ اور اس سے زیر دفعہ 295- سی ت پ جرم تشکیل پاتا ہے؟

(د) آیا مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین 1973 کے کسی آرٹیکل سے متصادم ہے؟

2- خواجہ سرفراز احمد ایڈووکیٹ نے ملزمان/ سائلان کی پیروی کی' جبکہ مسٹر نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل (پنجاب) حکومت کی طرف سے پیش ہوئے۔ مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے مستغیث کے ساتھ ساتھ پاکستان کرسچین پارٹی اور مسیحی کاشتکار پارٹی کی نمائندگی کی۔

3- سائلان کے فاضل وکیل کا استدلال یہ تھا کہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154' جب اسے دفعہ 156 اور 157 کے ساتھ پڑھا جائے' کی رُو سے پولیس افسر کے لیے لازم ہے کہ شکایت موصول ہونے پر اس کا روزنامچہ میں اندراج کرے اور تفتیش شروع کردے۔ انہوں نے مزید کہا کہ بالعموم باضابطہ ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر کوئی تفتیش شروع نہیں کی جاتی' نیز یہ کہ پولیس افسر ابتدائی رپورٹ درج کرنے سے پہلے اور دوران تفتیش بھی افسرانِ بالا سے ہدایات و رہنمائی حاصل کرنے کا مجاز ہوتا ہے۔ تیسرے سوال کے متعلق فاضل وکیل نے کہا کہ اس معاملہ میں ہمیں اظہار رائے سے گریز کرنا چاہیے' کیونکہ حتمی فیصلہ تو کجا' ہماری رائے سے ہی' مقدمہ میں' ملزمان متاثر ہوں گے۔ چوتھے سوال کے بارے میں انہوں نے یہ پوزیشن اختیار کی کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295- سی دستور کے کسی آرٹیکل سے متصادم نہیں ہے۔ انہوں نے وضاحت کی کہ فاضل سنگل جج کے روبرو ان کی طرف سے ایسا کوئی دعویٰ نہیں کیا گیا تھا' اس لیے جس فاضل وکیل نے یہ سوال اٹھایا ہے' انہیں دلائل سے یہ ثابت کرنا چاہیے کہ دفعہ 295- سی ت پ سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور کے کونسے احکام کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

4- مسٹر نذیر احمد غازی اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کا استدلال تھا کہ قابلِ دست اندازی پولیس جرم سے متعلق شکایت موصول ہونے پولیس کی طرف سے تفتیش شروع کرنے سے پہلے اس کا خلاصہ روزنامچہ میں درج کیا جاتا ہے اور اگر روزنامچہ میں اندراج نہ کیا جائے تب بھی اشتباہ جرم کی صورت میں پولیس افسر شکایت کے درست یا غلط ہونے کے بارے میں چھان بین کرتا ہے' تو ایسی تفتیش/ انکوائری بے قاعدگی کے ضمن میں آسکتی ہے' تاہم اس سے تفتیش یا سماعتِ مقدمہ باطل نہیں ہو جاتی۔ اس سلسلے میں تاج محمد عرف تاجو بنام سرکار (1991 پی۔ کریمنل لاء جرنل 2167) کا حوالہ دیا گیا۔ انہوں نے ہرسان بنام سرکار (پی ایل جے 1989

کر یمنل ۔سی کراچی-809) کا حوالہ بھی دیا' جس میں درج دو مقدمات انور بنام سرکار (1975 ۔ پی ۔کریمنل لا جرنل 750) اور محمد حنیف بنام سرکار (پی ایل ڈی 1977 لاہور' 1253) میں اس رائے کا اظہار کیا گیا تھا کہ ایف آئی آر سے وابستہ تیقن اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب پولیس پہلے جائے واردات کا معائنہ کرے اور اس کے بعد ابتدائی رپورٹ کا اندراج کرے۔ فاضل ججوں نے نذیر احمد بنام سرکار (1976 پی ۔کریمنل لاء جرنل 993) میں ظاہر کی گئی حسب ذیل آراء پر بھی انحصار کیا:

> ''اگر ابتدائی رپورٹ جائے وقوعہ پر ہی ریکارڈ کر لی گئی ہو تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا' اگر چہ یہ پسندیدہ معمول نہیں ہے۔ ابتدائی رپورٹ شہادت کا اہم جز نہیں ہوتی' جائے وقوعہ پر اس کے ریکارڈ کر لینے کا مطلب یہ نہیں کہ استغاثہ کے پورے کیس کو اٹھا کر ایک سمت پھینک دیا جائے۔''

فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے گل نواز لون ایس ایچ او و دیگر کے کیس (پی ایل ڈی 1990 لاہور-428) کا حوالہ بھی دیا تا کہ یہ ثابت کر سکیں کہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 کے تحت ملنے والی اطلاع کو بھی پہلے تھانہ کے روزنامچہ میں درج کیا جاتا ہے' اگر انچارج پولیس سٹیشن ایسا گمان کرنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے تو اس اطلاع کو ابتدائی رپورٹ کے رجسٹر میں درج کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں چوہدری شاہ محمد بنام ایس ایچ او رحیم یار خاں (1977 پی ۔کریمنل لا جرنل 2) نامی مقدمہ پر بھی انحصار کیا گیا تا کہ یہ ثابت کیا جا سکے کہ اگر پولیس کو یہ گمان ہو کہ ابتدائی رپورٹ درج کرنے یا تفتیش کرنے کی معقول وجہ موجود نہیں ہے تو وہ ایسے معاملہ میں کارروائی کرنے سے انکار کر سکتی ہے اور اس کے اس اقدام کو خلاف قانون نہیں کہا جا سکتا۔

5- مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے اپنی معروضات آخری سوال تک محدود رکھیں ۔ ان کا کہنا تھا کہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295۔(سی) دستور کے آرٹیکل 2-الف اور 3 میں دیئے گئے حق سے متصادم ہے' کیونکہ پہلی بات تو یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے مقدس نام کی توہین و بے حرمتی کرنے کی سزا موت ہے اور کمتر سزا عمر قید' احکام الٰہی کے خلاف ہے۔ دوسرے یہ دفعہ تعلیماتِ اسلام کے مطابق اس بات کا احاطہ کرنے میں ناکام رہی ہے کہ دیگر انبیائے کرام (علیہ السلام) کے ناموں کی بے حرمتی کرنا بھی جرم ہے' جس کے لیے وہی سزا (سزائے موت) ہونی چاہیے۔ انہوں نے استدعا کی کہ عدالت ہذا کو ان معاملات کے بارے میں ضروری فیصلہ صادر کرنا چاہیے۔

6- مسیحی پارٹیوں کی نمائندگی کرنے والے فاضل وکیل نے عرض کیا کہ عیسائی تمام

الہامی مذاہب اور ان کے بانی پیغمبروں کا احترام کرتے ہیں اور یہ کہ دفعہ 295-(سی) ت پ کا مقصد پیغمبر اسلام کے اسم گرامی کے تقدس کو برقرار رکھ کر معاشرہ میں امن وسلامتی قائم رکھنا ہے' اس لیے نام نہاد انسانی حقوق کے منافی نہیں ہے' البتہ اس دفعہ میں موزوں طریقے سے ایسی ترمیم کی جاسکتی ہے کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کو برا بھلا کہنے کی روک تھام ہو سکے اور ان کی بے حرمتی کرنے والوں کو بھی سزا دی جا سکے۔ انہوں نے اپنی معروضات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ ایسی ترمیم تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295- الف (جس کا اضافہ 1927 میں کیا گیا) کے عین مطابق ہوگی۔ اس دفعہ کے تحت ایسے افعال کو' جو جان بوجھ کر اور ارادتاً مذہب یا مذہبی عقائد کی توہین کر کے اس کے مذہبی جذبات مشتعل کرنے کی غرض سے کیے جائیں' قابل سزا قرار دیا گیا ہے۔

فاضل وکیل نے مزید کہا کہ مسئول الیہ عیسائی پارٹیوں کی یہ بھی رائے ہے کہ انسانی حقوق کی وہ نام نہاد تنظیمیں عوام کی نمائندہ نہیں ہیں' جو یہ کہتی ہیں کہ رسول اکرمؐ کے نام کی بے حرمتی کو قابلِ تعزیر جرم قرار دینا انسانی حقوق کے خلاف ہے۔ ایسی صورت میں انہیں سب سے پہلے عیسائی ممالک میں آواز اٹھانی چاہیے' جہاں قانون عامہ کی رو سے کسی مذہب کی توہین کرنے کی صورت میں صرف عیسائیت پر حملہ کو قابل تعزیر جرم قرار دیا گیا ہے۔ فاضل وکیل نے اس سلسلے میں ہالسبری کی کتاب "Laws of England" (چوتھا ایڈیشن' جلد 11' پیرا 1009) کا حوالہ دیا' جس میں لکھا ہے کہ:

> ''دین کی تکفیر قانونِ عامہ کے تحت قابل مواخذہ جرم ہے' جو صرف عیسائیوں کے مذہب پر حملہ کرنے والے الفاظ کی اشاعت پر مبنی ہو۔ عیسائیت کے علاوہ کسی مذہب پر حملہ کرنا تکفیرِ دین نہیں ہے۔''

فاضل وکیل کے مطابق یہ تنظیمیں پاکستان کے مخالفین کے ایماء پر محض مسلمانوں اور عیسائیوں کے مابین بدامنی و بےچینی پھیلانے کی غرض سے ایسے نعرے لگا رہی ہیں' جبکہ یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ اسلام اور عیسائیت دونوں الہامی مذاہب ہیں اور دونوں انسانوں کے مابین انس ومحبت اور بھائی چارے کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔ فاضل وکیل نے استدعا کی کہ عدالت کو معاشرہ میں قیام امن اور دوستی وہم آہنگی کو فروغ دینے کے لیے قرار دینا چاہیے کہ اسلامی احکام کے مطابق حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے نام کی بے حرمتی بھی قابلِ تعزیر جرم ہے اور یہ کہ تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-(سی) اس سلسلے میں ناکافی ہے' اس لیے اس سے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے دستور میں دی گئی تدبیر کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔

7- ہم نے فریقین کے وکلاء کی طرف سے پیش کیے گئے دعاوی اور دلائل پر سنجیدگی سے غور کیا۔ سب سے پہلے یہ بات قابل غور ہے کہ ہمارے سامنے جو سوالات اٹھائے گئے ہیں' ان کے سیاق وسباق میں ہمارے لیے یہ ضروری نہیں کہ حقوق انسانی کی بعض تنظیموں کے اغراض و مقاصد کے بارے میں یا تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295-(سی) کے احکام کو ہدف تنقید بنانے والی عیسائی پارٹیوں کے رویہ پر کوئی رائے ظاہر کریں۔ اس سلسلہ میں صرف اس قدر کہنا کافی ہوگا کہ معاشرہ میں امن وامان قائم رکھنا سب سے اہم کام ہے۔ پارلیمنٹ' انتظامیہ' عدلیہ سمیت ہر متعلقہ ادارے اور جملہ طبقات فکر و مذاہب کے شہریوں پر لازم ہے کہ معاشرہ میں اتحاد و یگانگت' افہام وتفہیم اور صلح وآشتی کے لیے کوئی کسر اٹھا نہ رکھیں۔ یہ کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ اسلام جملہ الہامی ادیان اور دوسروں کے عقائد کا دیگر تمام مذاہب سے بڑھ کر احترام کرتا ہے۔ اسلام محض وعظ پر یقین نہیں رکھتا بلکہ عملی اقدامات پر زور دیتا ہے۔ سورۂ انعام کی آیت 108 میں شامل احکام کی پابندی' ہر مسلمان کے لیے لازم ہے' جس میں کہا گیا ہے:

وَلاَ تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ.

''اور (اے مسلمانو!) یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں' انہیں گالیاں نہ دو' کہیں ایسا نہ ہو یہ شرک سے آگے بڑھ کر جہالت کی بناء پر اللہ کو گالیاں دینے لگیں۔ ہم نے تو اسی طرح ہر گروہ کے لیے اس کے عمل کو خوشنما بنا دیا ہے۔ پھر انہیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹ کر آنا ہے۔ اس وقت وہ انہیں بتا دے گا کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں۔'' (الانعام......108)

پاکستان کے مسلم شہری' جو اس کی آبادی کا 97 فیصد ہیں' دوسروں کے عقائد کا احترام کرنے نیز رواداری' بردباری اور شریفانہ رویہ کا مظاہرہ کرکے شرپسندوں کی مذموم سرگرمیوں اور ناپاک عزائم کو ناکام بنا سکتے ہیں اور یوں معاشرہ میں امن وامان قائم کر سکتے ہیں۔ جہاں تک ان اعلانات کا تعلق ہے' جن کی استدعا مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ نے کی ہے' اس سلسلے میں محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ بنام پاکستان معرفت سیکرٹری وزارت قانون و پارلیمانی امور' حکومت پاکستان' اسلام آباد (پی ایل ڈی 1991 ایف ایس سی 8) میں وفاقی شرعی عدالت کے صادر کردہ فیصلہ کا حوالہ دینا غیر متعلق نہیں ہوگا کیونکہ اس فیصلہ میں قرار دیا گیا تھا کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 (سی) میں استعمال شدہ الفاظ ''یا عمر قید'' 30- اپریل 1991ء کے بعد سے موثر نہیں

رہیں گے۔ عدالت نے مزید کہا تھا کہ دفعہ 295 (سی) میں ایک شق کا اضافہ کیا جائے تا کہ ایسے افعال یا باتوں کو جب وہ دوسرے انبیاء کے بارے میں کیے جائیں یا کہی جائیں تو اسی طرح قابل تعزیر قرار پائیں۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ نئی شق کے اضافہ کا کام پاکستان لاء کمیشن اور اسلامی نظریاتی کونسل میں زیر غور ہے۔ سائلان کے فاضل وکیل اور اے اے جی کی معروضات کے مطابق دفعہ 295 (سی) دستور کے آرٹیکل سے متصادم نہیں ہے۔ مستغیث اور کرسچین پارٹیوں کے نمائندہ مسٹر رشید مرتضیٰ قریشی ایڈووکیٹ بھی کوئی عدم مطابقت یا تصادم ثابت نہیں کر سکے۔ چوتھے سوال کے بارے میں ہمارا جواب یہ ہے کہ ''ایسی کسی چیز کی نشان دہی نہیں کی جا سکی' جو ثابت کرتی کہ دفعہ 295 (سی) کے احکام آئین کے کسی آرٹیکل سے متصادم ہیں۔''

8- جہاں تک تیسرے سوال کا تعلق ہے' فریقین کے فاضل وکلا کی رائے تھی کہ اس سوال کو طے کرنے کے لیے فل بنچ کے روبرو پیش نہیں کیا جانا چاہیے تھا کہ ایسا کرنا ملزمان کے خلاف نچلی عدالت میں زیر سماعت مقدمہ کے لیے نقصان دہ ہوگا۔ بہر حال چونکہ اس سوال کا تعلق مقدمے کے حسن و قبح سے ہے' جو عمومی اطلاق کے کسی قانونی مسئلے کے فیصلے پر منتج نہیں ہوگا۔ پس ہم فاضل وکیل سے متفق ہیں۔ یہ سوال مبنی بر واقعات ہے' جنہیں ثابت کرنے کے لیے شہادتوں کا قلمبند کرنا ضروری ہوگا۔ یہ بھی درست ہے کہ اس سوال کے تعین کرنے سے ملزمان کے زیر سماعت مقدمہ کو نقصان پہنچنے کا امکان ہے۔ پس منسوب بیانات' استعمال کیے گئے یا شائع شدہ الفاظ اور ان کے اثرات کا ہر انفرادی مقدمہ میں جائزہ لینا ہوگا۔ عمومی اطلاق کا کوئی قانونی اصول وضع نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے ہم' جیسا کہ استدعا کی گئی ہے' اس سوال کا جائزہ لینے سے اجتناب کرتے ہیں۔

9- فریقین کے فاضل وکلا نے دوسرے سوال کے بارے میں تفصیلی دلائل پیش نہیں کیے کیونکہ ان کا موقف یہ تھا کہ پولیس افسر سنجیدہ اور حساس فوجداری مقدمات میں نیز مقدمات کے اندراج اور تفتیشی امور میں بجا طور پر اپنے سینئر حکام سے مشورہ کر سکتا ہے اور ان سے رہنمائی لے سکتا ہے۔ یہ سوال کہ آیا فوجداری مقدمہ کے اندراج خصوصاً حساس معاملات میں واقع ہونے والی تاخیر کو کوئی وزن دیا جا سکتا ہے یا نہیں' اس کا جواب کوئی فارمولا پیش کر کے یا کوئی قطعی اصول بنا کر نہیں دیا جا سکتا۔ یہ معاملہ بلاشبہ مقدمہ کی سماعت کرنے والی عدالت کے لیے چھوڑنا پڑے گا تا کہ وہ زیر بحث مقدمہ میں ریکارڈ پر موجود مجموعی شہادتوں کی بنیاد پر اس کا جائزہ لے سکے۔ دوسرے سوال کے تصفیہ کے لیے اس قدر اظہار رائے کافی ہوگا۔

اب ہم پہلے سوال کی طرف آتے ہیں' جو اس طرح ہے:

''آیا پولیس شکایت موصول ہونے کے بعد اور روزنامچہ میں باقاعدہ ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر کسی فوجداری کیس میں تفتیش کر سکتی ہے؟''

اس سوال سے متعلقہ احکام مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154 تا 157 پولیس ایکٹ کی دفعہ 44' نیز پولیس رولز کے قاعدہ 1-24 و 2-24 میں شامل ہیں۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب کے بارے میں پہنچنے والی ہر اطلاع ضبط تحریر میں لائی جائے گی اور اس کا خلاصہ ایسے رجسٹر میں درج کیا جائے گا' جو صوبائی حکومت کے مقرر کردہ نمونہ کے مطابق پولیس افسر کے پاس ہوگا۔

ضابطہ کی دفعہ 155 میں کہا گیا ہے کہ جب کسی تھانہ کے افسر انچارج کو اس کے دائرۂ اختیار میں ہونے والے کسی ناقابلِ دست اندازی پولیس جرم کے سرزد ہونے کی اطلاع موصول ہو تو وہ اس کا اندراج مذکورہ بالا طریقہ سے مرتب کردہ رجسٹر میں کرے گا اور اطلاع دہندہ کو ہدایت کرے گا کہ وہ اپنا استغاثہ مجسٹریٹ کی عدالت میں دائر کرے۔

اور یہ کہ کوئی پولیس افسر بلاحکم مجسٹریٹ درجہ اول یا دوم کے' جو اس مقدمہ کی سماعت کرنے کا اختیار رکھتا ہو یا اسے سماعت کے لیے سیشن کورٹ کو بھیج سکتا ہو' کسی ناقابلِ دست اندازی پولیس کیس کی تفتیش نہیں کر سکتا۔

اس کے بعد دفعہ 156 میں کہا گیا ہے کہ تھانہ کا افسر انچارج بلاحکم مجسٹریٹ کسی ایسے قابلِ دست اندازی پولیس مقدمہ کی تفتیش کر سکتا ہے جس کے بارے میں باب نمبر (15) میں درج احکام کی رو سے تجویز یا سماعت کرنے کا اختیار علاقہ کی عدالت مجاز کو حاصل ہو اور یہ کہ پولیس افسر کی کارروائی کو کسی بھی مرحلہ پر اس بناء پر چیلنج نہیں کیا جا سکے گا کہ یہ وہ مقدمہ ہے' جس کی بابت دفعہ ہذا کے تحت اس افسر کو تفتیش کرنے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 497 یا 498 کے تحت آنے والے جرائم کی تفتیش کسی عورت کے شوہر کی طرف سے یا اس کی عدم موجودگی میں کسی اور شخص کی طرف سے' جو اس عورت کی دیکھ بھال کرتا ہو' ارتکاب جرم کی بابت شکایت موصول ہونے کے بعد کی جائے گی۔

ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 کی ذیلی دفعات (1) و (2) حوالہ کے لیے ذیل میں نقل کی جاتی ہیں:

''157-(1):

اگر بصورتِ دیگر اطلاع موصول ہونے پر تھانہ کا افسر انچارج یہ گمان کرنے کی وجہ رکھتا

ہو کہ ایسے جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے' جس کی تفتیش کرنے کا زیر دفعہ 156 وہ مجاز ہے' تو وہ اس کی رپورٹ فوراً اس مجسٹریٹ کو بھیجے گا' جسے پولیس رپورٹ پر اس جرم کی سماعت کا اختیار حاصل ہو۔ نیز افسر انچارج خود موقع پر جائے گا یا کسی ماتحت عہدیدار کو' جو صوبائی حکومت کی طرف سے مقرر کردہ عہدہ کے افسر سے کمتر نہ ہو' نامزد کرے گا کہ وہ موقع پر جائے' وقوعہ کے حقائق و حالات کی چھان بین کرے اور اگر ضروری ہو تو مجرم کی تلاش اور گرفتاری کے واسطے اقدامات عمل میں لائے۔

تاہم شرط یہ ہے کہ:

(الف) جب جرم کے ارتکاب کی اطلاع کسی شخص کا نام لے کر دی جائے اور معاملہ سنگین نوعیت کا نہ ہو تو تھانہ کے افسر انچارج کے لیے ضروری نہیں ہوگا کہ تفتیش کے لیے خود موقع پر جائے یا اپنے کسی ماتحت کو بھیجے۔

(ب) اگر تھانہ کے افسر انچارج کو محسوس ہو کہ تفتیش کرنے کے لیے معقول اور کافی وجہ موجود نہیں ہے' تو وہ معاملہ کی تفتیش نہیں کرے گا۔

(2) ضمنی دفعہ (1) سے منسلک شرطیہ جملے کی شق (الف) و (ب) میں مذکور صورتوں میں تھانہ کے افسر انچارج کے لیے لازم ہوگا کہ وہ اپنی رپورٹ میں اس امر کی وجوہات لکھے کہ وہ ضمنی دفعہ میں مذکور تقاضے کیوں پورے نہیں کر سکا اور شق (ب) میں مذکور معاملہ کی صورت میں افسر مذکور اطلاع دہندہ کو' اگر کوئی ہو' ایسے طریقہ کے مطابق' جو صوبائی حکومت مقرر کرے' اس امر کی اطلاع دے گا کہ وہ اس معاملہ کی تفتیش نہیں کرے گا' نہ ہی کسی سے کرائے گا۔''

پولیس ایکٹ کی دفعہ 44 کی عبارت اس طرح ہے:

''44- پولیس افسران ڈائری مرتب کریں گے:

ہر تھانہ کے افسر انچارج کا فرض ہوگا کہ وہ ایسے نمونہ کے مطابق' جو صوبائی حکومت کی طرف سے وقتاً فوقتاً مقرر کیا جائے' ایک روزنامچہ مرتب کرے گا اور اس میں جملہ شکایات و الزامات گرفتار شدگان کے نام' شکایت کنندگان کے نام' ان پر لگائے گئے الزامات کی نوعیت' ملزمان سے برآمد کردہ یا بصورت دیگر قبضہ میں لیے گئے ہتھیار یا مال اور گواہوں کے نام درج کرے گا' جن پر جرح کرنی ہوگی۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی مرضی پر منحصر ہوگا کہ وہ جب چاہے اس روزنامچہ کو طلب کر کے اس کا معائنہ کرے۔''

اس مرحلہ پر پنجاب پولیس رولز 1934 کے باب نمبر 24 میں شامل پولیس قواعد کا حوالہ دینا بھی مناسب ہوگا۔

قاعدہ نمبر 4-24 کے مطابق:

''اگر مبینہ قابلِ دست اندازی پولیس جرم کے بارے میں اطلاع یا دیگر رپورٹ اس نوعیت کی ہو کہ تھانہ کا افسر انچارج یہ گمان کرنے کی وجہ رکھتا ہو کہ ویسے جرم کا ارتکاب نہیں کیا گیا ہے' تو وہ موصولہ اطلاع یا رپورٹ کا خلاصہ تھانہ کے روزنامچہ میں درج کرے گا' نیز عدم ارتکاب کے بارے میں اپنے گمان کی وجوہات بھی قلمبند کرے گا۔ نیز اطلاع دہندہ کو' اگر کوئی ہو' اس امر کی اطلاع دے گا کہ وہ معاملہ کی تفتیش نہیں کرے گا' نہ کسی سے کرائے گا''۔

قاعدہ 4-24 کے ذیلی قاعدہ 3 میں مزید کہا گیا ہے کہ جب ایسا جرم سرزد ہونے کے بارے میں معقول گمان پایا جائے تو متعلقہ تھانہ میں ابتدائی رپورٹ درج کی جائے گی اور مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 کے تحت تفتیش کی جائے گی۔

پنجاب پولیس قواعد کا قاعدہ 1-24 بھی اسی طرح کا ہے۔ یہ قواعد مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154 و 157 سے منسلک استثنائی جملوں کے عین مطابق ہیں۔ ان استثنائی جملوں کی بناء پر شاہ محمد کیس (جس کا حوالہ پہلے دیا جا چکا ہے) میں فاضل جج نے اس رائے کا اظہار کیا تھا کہ اگر پولیس یہ گمان کرنے کی وجوہ رکھنے کی بناء پر کہ ابتدائی رپورٹ درج کرنے یا تفتیش کرنے کا معقول سبب موجود نہیں ہے' معاملہ میں مزید کارروائی کرنے سے انکار کر دے تو اس کے اس اقدام کو قانونی اختیار کے بغیر قرار نہیں دیا جا سکتا۔

10- یہ سوال کہ آیا ابتدائی رپورٹ درج کیے بغیر فوجداری تفتیش کا شروع کرنا خلافِ قانون ہے اور جس کا یہ اثر ہوتا ہے کہ گرفتاری و سماعتِ مقدمہ باطل ہو جاتی ہے' عدالتوں میں پہلے بھی زیرِ غور آ چکا ہے۔ ایمپرر بنام خواجہ نذیر احمد نامی مقدمہ (اے آئی آر (1945) پریوی کونسل 18) میں حسب ذیل رائے کا اظہار کیا گیا تھا:

> ''قابلِ دست اندازی پولیس جرائم کی صورت میں تفتیش شروع کرنے کے لیے اطلاع کی موصولی اور ابتدائی رپورٹ کا اندراج پیشگی شرط نہیں ہے۔ بلاشبہ مقدمات کی بھاری تعداد میں فوجداری استغاثے اطلاع موصول ہونے اور ابتدائی رپورٹ درج ہونے کے نتیجہ میں شروع کیے جاتے ہیں' تاہم ایسی کوئی وجہ نہیں کہ اگر پولیس یہ یقین کرنے کی وجہ رکھتی ہو' خواہ اپنے علم کی بنیاد پر یا رسمی انٹیلی جنس کے قابلِ اعتماد ذریعہ کی بدولت' کہ کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم کا ارتکاب کیا گیا ہے' ایسی صورت میں

اسے خود اپنی تحریک پر مبینہ معاملات کی سچائی کی بابت کیوں تفتیش نہیں کرنی چاہیے۔ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 157 میں جہاں ہدایت کی گئی ہے کہ جب کسی پولیس افسر کو اطلاع موصول ہونے پر یا بصورتِ دیگر یہ گمان گزرے کہ ایسا جرم سرزد ہوا ہے، جس کی تفتیش کا وہ زیر دفعہ 156 مجاز ہے تو وہ وقوعہ کے حقائق اور حالات کی تفتیش شروع کر دے گا۔ اس نقطۂ نظر کی حمایت کرتی ہے۔''

11- علاوہ ازیں پربھو بنام ایمپرر (اے آئی آر 1944 پریوی کونسل 73) میں ملزم کی یہ دلیل کہ اس کی گرفتاری جند کے علاقہ میں ایک برٹش انڈین افسر کے ہاتھوں عمل میں آئی تھی، جو کہ غیر قانونی تھی اور یہ کہ اس کی غیر قانونی گرفتاری نے بعد کی ساری کارروائی کو باطل کر دیا، یہ قرار دیتے ہوئے مسترد کر دیا گیا کہ جب ملزم کو روہتک میں پیش کیا گیا، جند کے حکام نے اسے جائز طور پر عدالت کے حوالے کر دیا تھا اور جہاں تک عدالت کا تعلق تھا، عدالت میں ہونے والی کارروائی باضابطہ تھی اور سماعت کے جواز اور ملزم کی سزایابی پر اس کی گرفتاری میں واقع ہونے والی کسی بے قاعدگی سے متاثر نہیں ہوئی تھی۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے جس فیصلہ کا حوالہ دیا ہے، وہ مقدمات کی اس قسم کو ظاہر کرتا ہے جن کے بارے میں یہ اصول طے کیا گیا ہے کہ ابتدائی رپورٹ شہادت کا اہم جزو نہیں ہوتی، اسے درج کرنے میں پولیس سے کوئی بے قاعدگی سرزد ہو جائے تو اس کے نتیجہ میں استغاثہ کے پورے کیس کو کالعدم نہیں ٹھہرایا جاتا۔ ہر کیس میں بے ضابطگی، نوٹس میں آنے کے بعد ریکارڈ پر موجود مجموعی شہادت کی روشنی میں زیر غور آنی چاہیے۔ ابتدائی رپورٹ درج کرنے میں کوئی تاخیر واقع ہو جائے، تو ریکارڈ پر موجود شہادت کا جائزہ لیتے وقت اس تاخیر کا سبب، اس کے واقع ہونے کے حالات، فریقین کی پوزیشن، جرم کی نوعیت، فریقین کی اثر پذیری، ان کے معاشرتی حالات، پولیس اہلکاروں کا طرز عمل اور تمام متعلقہ عوامل پر غور کرنا ہوگا۔ ابتدائی رپورٹ درج کرنے میں تاخیر بظاہر غیر اہم ہوتی ہے، بشرطیکہ استغاثہ کا کیس معقول شبہ کے بغیر ثابت ہو جائے۔ ایسی صورتیں ہو سکتی ہیں، جن میں مخصوص حالات کے باعث ابتدائی رپورٹ واقعہ کے ظہور پذیر ہونے اور ملزم کی گرفتاری کے بعد درج کی گئی ہو۔ تاج محمد بنام سرکار نامی مقدمہ اسی قسم کی صورت حال کا مظہر ہے۔ یہی سوال ایم۔ بشیر سہگل و دیگر بنام سرکار و دیگر (پی ایل ڈی 1964 (مغربی پاکستان) لاہور-148) میں بھی زیر غور آیا تھا۔ جسٹس سردار محمد اقبال نے پیرا نمبر 6 میں خواجہ نذیر احمد کے کیس میں پریوی کونسل کے فیصلہ پر انحصار کرتے ہوئے رائے ظاہر کی تھی:

''میں اصولی طور پر اس سے اتفاق کرتا ہوں کہ یہ ضروری نہیں کہ ابتدائی رپورٹ میں

تمام ملزمان یا کسی ایک ملزم کو نامزد کیا جائے تا کہ تفتیش کرنے والی ایجنسی اپنی کارروائی شروع کر سکے۔ دراصل ابتدائی رپورٹ کا اندراج کوئی پیشگی شرط نہیں' اور پولیس ایسی قابلِ اعتبار اطلاع ملنے پر کہ کسی قابل دست اندازی پولیس کا ارتکاب کیا گیا ہے' مجموعہ ضابطہ فوجداری یا کسی دیگر ضابطہ یا قانون کے تحت' جو اس معاملہ میں اسے اختیار دیتا ہو' ابتدائی رپورٹ درج یا رسمی طور پر مرتب کیے بغیر تفتیش شروع کر سکتی ہے۔''

علاوہ ازیں رحمان و دیگران بنام سرکار (پی ایل ڈی 1968 لاہور 464) میں خواجہ نذیر احمد کے مقدمہ میں پریوی کونسل کے فیصلہ کی اور بشیر سہگل و دیگران کے مقدمہ میں فُل بنچ کے فیصلہ کی پیروی کرتے ہوئے ڈویژن بنچ نے رائے ظاہر کی تھی کہ

''کوئی بھی شخص مجموعہ ضابطہ فوجداری 1898 کی دفعہ 154 کے تحت کسی وقوعہ کی اطلاع دے کر فوجداری قانون کو حرکت میں لا سکتا ہے۔ اس طرح جو اطلاع دی جائے' وہ ''ابتدائی اطلاع'' کہلاتی ہے۔ اسی کی بنیاد پر مجموعہ ضابطہ فوجداری کے حصہ پنجم' باب نمبر 14 کے تحت تفتیش شروع کی جاتی ہے۔ تاہم اطلاع کی موصولی اور ابتدائی رپورٹ کا اندراج تفتیش شروع کرنے کے لیے پیشگی شرط نہیں ہے۔ یہ درست ہے کہ ابتدائی رپورٹ کی عدم موجودگی ملزم کو پہلے اطلاع دہندہ پر جرح کرنے کے حق سے محروم کر دیتی ہے۔ بہرحال یہ حقیقت کہ ابتدائی رپورٹ درج نہیں کی گئی تھی یا سماعت کے دوران ثابت نہیں ہوئی' اثباتِ جرم کو باطل نہیں ٹھہرا سکتی۔''

اسی نقطۂ نظر کا اظہار شکیل احمد بنام سرکار (پی ایل ڈی 1972 لاہور 374 نامی مقدمہ میں کیا گیا تھا۔ وفاقی شرعی عدالت نے بھی غلام محمد بنام سرکار (پی ایل ڈی 1981 ایف ایس سی 120) نامی مقدمہ میں عدالت ہذا کے نقطۂ نظر کی پیروی کی تھی۔ ان مقدمات میں شروع کی گئی تفتیش یا سماعت کے جواز کو مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154' 156 اور 157 کی خلاف ورزی کرنے کی بنیاد پر چیلنج کیا گیا تھا۔ عدالتوں کی طرف سے صادر کردہ فیصلوں میں کہا گیا تھا کہ اطلاع کا موصول ہونا یا ابتدائی رپورٹ کا اندراج فوجداری تفتیش کے لیے پیشگی شرط نہیں ہے اور اس سلسلے میں سرزد ہونے والی کسی بے قاعدگی سے گرفتاری یا مقدمہ کی سماعت باطل نہیں ٹھہرتی۔ یہ معاملے کا ایک پہلو ہے۔

12- دوسرے پہلو کی نمائندگی دوسری قسم کے مقدمات سے ہوتی ہے' جن میں اعلیٰ عدالتوں نے مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعات 154 تا 157 کے تحت پولیس افسر پر عائد ہونے والے فرض کی نشان دہی کی ہے۔ اس نقطۂ نظر کے سلسلہ میں ایم۔ انور بیرسٹر ایٹ لاء بنام افسر

انچارج تھانہ سول لائنز لاہور و دیگر (پی ایل ڈی 1972 لاہور 493) کا حوالہ دیا جا سکتا ہے۔ جسٹس سردار محمد اقبال' جو کہ اس مقدمہ کی سماعت کرنے والے فل بنچ کے ایک رکن تھے' وہ بشیر سہگل و دیگر بنام سرکار و دیگر (پی ایل ڈی 1964 (مغربی پاکستان) لاہور-148) نامی مقدمہ سننے والے بنچ میں بھی شامل رہ چکے تھے۔ فل بنچ کی نمائندگی کرتے ہوئے انہوں نے حسب ذیل رائے ظاہر کی تھی:

''فیصلہ کو ختم کرنے سے پہلے ہم یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں کہ اگر قابل دست اندازی پولیس جرم کے ارتکاب سے متعلق اطلاع موصول ہو تو وہ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 کے تحت آتی ہے اور پولیس افسر کا قانونی فرض ہے کہ مقررہ رجسٹر میں اس کا اندراج کرے۔ اس پیشگی شرط کے دو پہلو ہیں: اولاً اس کا اطلاع ہونا لازم ہے' دوسرے اس کا کسی قابلِ دست اندازی پولیس جرم سے متعلق ہونا ضروری ہے' جس کی بنیاد پر جرم تشکیل پاتا ہو' بعد کے واقعات کی بناء پر نہیں۔ پولیس افسر کا فرض ہے کہ جب اس سے کوئی شکایت کی جائے تو اسے وصول کرے یا جب اسے کسی جرم کے ارتکاب کی زبانی اطلاع دی جائے تو اس کا فرض ہے کہ اسے ضبط تحریر میں لائے۔ اگر وہ دی گئی اطلاع کو رجسٹر میں درج نہیں کرتا' تو وہ سرکاری ملازم کی حیثیت سے اپنا فرض ادا کرنے میں ناکام رہتا ہے اور اس امر کا مستحق ہے کہ حکام بالا فرض سے غفلت برتنے پر اس کے خلاف کارروائی کریں۔ گویا اس بات کا انحصار محض پولیس افسر کی من مرضی پر نہیں کہ وہ چاہے تو رپورٹ کا اندراج کرے' چاہے تو نہ کرے۔ مجموعہ ضابطہ فوجداری کی دفعہ 154 میں جس اطلاع کا ذکر ہے' ہمارے نزدیک اس کی نوعیت شکایت الزام یا کسی جرُم کے بارے میں اطلاع کی ہوتی ہے' جو اس غرض سے دی جاتی ہے کہ اس کی تفتیش کے لیے پولیس کو حرکت میں لایا جائے۔ ابتدائی اطلاع کی صورت میں قانون کا یہ تقاضا نہیں کہ پولیس افسر اسے محض تحریری صورت میں ہونے پر وصول کرے گا اور صرف اس صورت میں درج کرے گا جبکہ اس کی رائے میں وہ درست ہو۔ اس سوال کا انحصار کہ آیا وہ اطلاع درست ہے یا نہیں' تفتیش پر ہوتا ہے' جو پولیس افسر کو زیر دفعہ 157 ضابطہ فوجداری کرنی ہوتی ہے۔ ابتدائی اطلاع کے درست ہونے کی ضمانت مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 182 میں دی گئی ہے' جس کے تحت اگر کوئی شخص پولیس افسر کو ابتدائی اطلاع کے بارے میں بیان دے' جسے زیر دفعہ 154 ضبط تحریر میں لایا جائے' اور اگر آخر میں وہ بیان جھوٹا ثابت ہو تو اطلاع دہندہ کو اتنی مدت کے لیے قید کی سزا دی جائے

گی' جس کی میعاد 6 ماہ تک ہوسکتی ہے یا اسے جرمانہ کی سزا دی جائے گی' جو ایک ہزار روپے تک ہوسکتا ہے' یا وہ دونوں سزاؤں کا مستوجب ہوگا۔''

13- پس یہ فیصلہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ سرکاری ملازم کی حیثیت سے پولیس افسر اپنی قانونی ڈیوٹی بجالائے اور اس فرض کی ادائیگی میں' جو زیر دفعہ 154-155 ضابطہ فوجداری' اس پر عائد ہوتا ہے' ناکام رہنے والا اس امر کا مستحق ہے کہ اس کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے۔ یہ احکام ایک طرف پولیس افسر کی من مانیوں کا سدباب کرتے ہیں' دوسری طرف شہری کو یہ حق دیتے ہیں کہ وہ کسی اطلاع کو ریکارڈ پر لانے کی غرض سے پولیس کے علم میں لائے۔ شہریوں کے لیے نقل وحرکت اور شخصی آزادی کا تحفظ اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ پولیس افسر کو ابتدائی اطلاع یا کم از کم اس کا خلاصہ روزنامچہ میں درج کرنے کا پابند کیا جائے۔ اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیے کہ کسی جرم میں تفتیش شروع کرنے کے لیے ابتدائی اطلاع کا اندراج پیشگی شرط نہیں ہے۔ کسی پولیس افسر کی طرف سے اس کا فرض ادا نہ کرنے کا کیا نتیجہ نکلے گا' یہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے' زیر نظر مقدمہ کے فریقین کو اس پر بحث کرنی ہے اور اس کا فیصلہ سماعت کنندہ عدالت کو کرنا ہے۔ پس ہماری طرف سے یہی پہلے سوال کا جواب ہے۔

14- اب ضمانت کی درخواستیں عزت مآب چیف جسٹس کی طرف سے احکام صادر ہونے کے بعد پیش کی جائیں گی۔

دستخط

(جسٹس خلیل الرحمٰن خاں)

میں اتفاق کرتا ہوں

(جسٹس ایس ایم زبیر)

تاریخ فیصلہ

مورخہ 25 اپریل 1994ء

جناب جسٹس میاں نذیر اختر کا اضافی نوٹ

1- مجھے اپنے فاضل بھائی جسٹس خلیل الرحمٰن خاں کے لکھے ہوئے فیصلہ کو پڑھنے کا موقع ملا' جو وہ اس مقدمہ میں صادر کرنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے زیر بحث سوالوں کے جو جواب

دیے ہیں اور ان کا فیصلہ جن دلائل پر مبنی ہے' میں ان سے مکمل اتفاق کرتا ہوں' تاہم سوال نمبر 4 کے سلسلہ میں چند سطروں کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔

2- مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے احکام نے یہ بات ممکن بنادی ہے کہ ملزموں کا عدالتی طریقہ کار سے مواخذہ کیا جاسکے اور معاشرہ میں یہ رجحان پیدا کر دیا ہے کہ قانونی کارروائی کا سہارا لیا جائے۔ تعزیراتِ پاکستان کی محولہ بالا دفعہ کے تحت مقدمے کے اندراج سے ملزم کو ایک عرصہ حیات میسر آجاتا ہے۔ اس امر کے پورے موقع کے ساتھ کہ وہ اپنی پسند کے وکیل کے ذریعے عدالت میں اپنا دفاع کرے اور سزایابی کی صورت میں اعلیٰ عدالتوں میں اپیل' نگرانی وغیرہ جیسی دادرسی کا فائدہ اٹھائے۔ کوئی بھی شخص' کجا ایک مسلمان' ممکنہ طور پر اس قانون کی مخالفت نہیں کرسکتا' کیونکہ یہ من مانی کا سد باب کرتا ہے اور قانون کی حکمرانی کو فروغ دیتا ہے۔ اگر تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے احکام کی تنسیخ کر دی جائے یا اُنہیں دستور سے متصادم قرار دے دیا جائے تو معاشرہ میں ملزموں کو جائے واردات پر ہی ختم کرنے کا پرانا دستور بحال ہو جائے گا۔ معاملہ کے اس پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے پاکستان کرسچین پارٹی اور مسیحی کاشتکار پارٹی کے فاضل وکیل نے استدعا کی ہے کہ ان احکام کو زیادہ جامع بنایا جائے اور اس کے دائرہ اثر کو دوسرے پیغمبروں کی توہین تک پھیلا دیا جائے تاکہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) سمیت تمام انبیائے کرام کی توہین کرنے والے کو اسی طرح موت کی سزا دی جائے' جس طرح حضرت محمد ﷺ کی توہین کرنے والوں کو دی جاتی ہے۔ چونکہ یہ معاملہ پہلے ہی حکومت کے زیر غور ہے' اس لیے توقع کی جاتی ہے کہ امر مطلوبہ' مستقبل قریب میں پورا ہو جائے گا۔

دستخط
(جسٹس میاں نذیر اختر)

(پی ایل ڈی 1994 لاہور 485)

❁...❁...❁

لاہور ہائی کورٹ لاہور

(ابتدائی کوائف)

متفرق فوجداری درخواست نمبر 140-بی-1994

درخواست دہندگان	ریاض احمد وغیرہ
	بنام
	حکومت (مدعا علیہ)
تاریخ سماعت	25 مئی 1994ء
وکیلِ درخواست دہندگان	خواجہ سرفراز احمد (ایڈووکیٹ)
وکیلِ سرکار	مسٹر نذیر احمد غازی (اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل پنجاب)
	عبدالقیوم (اے ایس آئی) حاضر

فیصلہ

عزت مآب جناب جسٹس میاں نذیر اختر

سائلان ایک کیس میں ضمانت کی استدعا کرتے ہیں جو ان کے خلاف بمطابق رپورٹ ابتدائی نمبر 160 مورخہ 93-11-21، بجرم 295-سی تعزیرات پاکستان تھانہ پپلاں ڈسٹرکٹ میانوالی میں درج کیا گیا ہے۔ ریاض احمد سائل نمبر 1، بشارت احمد سائلان نمبر 2 کا والد اور قمر احمد اور مشتاق احمد سائلان نمبر 3 اور 4 کا چچا ہے۔

2- یہ مقدمہ سائلان کے خلاف ایک تحریری درخواست مورخہ 17- نومبر 1993ء پر

درج کیا گیا۔ مذکورہ درخواست محمد عبداللہ ولد محمد مظفر نے ایک وقوعہ کے سلسلے میں تھانہ پپلاں کے ایس ایچ او کو دی' جو 11- نومبر 1993ء کو رونما ہوا۔ ایف آئی آر کے مندرجات ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

''میں تحفظِ ختم نبوت کا کارکن ہوں۔ میں اپنے گاؤں کے قریب مورخہ 93-11-11 ٹائم 11 بجے دن تقریباً اپنے Cousin کے ساتھ سڑک پر کھڑا تھا کہ مسمی ریاض احمد ولد رستم خان' بشارت احمد ولد ریاض احمد' قمر احمد و مشتاق احمد پسران محمود احمد' جو کہ غیر مسلم (قادیانی) ہیں' ہمیں دیکھ کر ہماری طرف بڑھے اور طنزاً کہنے لگے کہ یہ سرکاری مسلمان ہیں اور ہمارے مذہبی جذبات مجروح کیے' لیکن ہم خاموش کھڑے رہے اور جواباً کچھ نہ کہا' لیکن اس کے باوجود الزام علیہان مسلسل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے خلاف گستاخانہ کلمات کہتے رہے اور یہ کہا کہ ہم مرزا قادیاں کو سچا نبی مانتے ہیں جو کہ حضور پاک ﷺ کی شان سے کم نہ ہیں اور ساتھ ہی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات کی بابت ناقابل برداشت کلمات کہتے ہوئے انہوں نے یہ کہا کہ ہمارے نبی کے تین لاکھ معجزات ہیں' لیکن آپ کے نبیؐ کے تین ہزار معجزات تھے۔ اسی بحث کے دوران قمر احمد ولد محمد حسن' نذیر احمد ولد بابو خان ہمارے قریب آ گئے۔ انہوں نے بھی الزام علیہان کے بیان کردہ نازیبا کلمات اور گفتگو سنی اور وہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے سچ بات کی شہادت دیں گے۔ اگر مذکورہ حالات کو مدنظر رکھ کر الزام علیہان کے خلاف کارروائی نہ کی گئی تو ہمارے علاقے کے مذہبی جذبات' جو کہ دبے ہوئے ہیں' جنگل کی آگ کی طرح بھڑک اٹھیں گے اور امن عامہ کے نقص کے علاوہ مذہبی اختلافات پورے ملک کو لپیٹ میں لے لیں گے' لہذا الزام علیہان کے خلاف مقدمہ درج فرما کر مشکور فرمائیں۔ نوازش ہوگی۔''

3- سائلان نے فاضل سیشن جج میانوالی کی عدالت میں درخواست برائے ضمانت دائر کی' جنہوں نے مذکورہ درخواست بروئے حکم مورخہ 3 جنوری 1994ء مسترد کر دی۔ اس فیصلے کا متعلقہ حصہ ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

''اوپر جو کچھ بیان کیا گیا ہے' بادی النظر میں حضرت محمد (ﷺ) کے مقدس اور بلند رتبہ نام کی بے حرمتی کے مترادف ہے کیونکہ اس انداز میں آپؐ کے رتبے کو گھٹا کر مرزا قادیانی کی سطح پر لایا گیا ہے' چنانچہ یہ یقین کرنے کی معقول وجوہ موجود ہیں کہ سائلان نے ایک ایسے جرم کا ارتکاب کیا ہے' جو تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے تحت آتا ہے اور جو سیکشن 497 کی ممنوعہ کلاز کے دائرے میں آتا ہے۔''

4- سائلان کے فاضل وکیل نے درج ذیل موقف اختیار کیا ہے:

(I) ہر سائل کے خلاف عداوت کا سنگین پس منظر موجود ہے۔ مورخہ 9-12-91 کو مستغیث کے والد مظفر نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے رُوبرو ایک درخواست پیش کی کہ ریاض احمد سائل نمبر 1 کو نمبردار کے عہدے سے برطرف کیا جائے کیونکہ وہ قادیانی فرقے سے تعلق رکھتا ہے اور علاقے کے باشندوں کی اکثریت اسے پسند نہیں کرتی۔ اس کی محولہ بالا درخواست بروئے حکم مورخہ 6-6-1993 منظور کر لی گئی۔ سائل نمبر 1 نے کمشنر سرگودھا ڈویژن کے پاس اپیل کی جو بروئے حکم مورخہ 31-7-1993 منظور کی گئی۔ مظفر' مستغیث کا والد' کمشنر سرگودھا ڈویژن کے فیصلے کے خلاف نظر ثانی کے لیے بورڈ آف ریونیو میں چلا گیا' جہاں یہ معاملہ تاحال زیر سماعت ہے۔

(II) مسمی غلام قادر ساکن چک نمبر 15 نے مورخہ 4-6-1993 کو نذیر احمد' اور عبداللہ مستغیث اور چند دیگران کے خلاف مداخلت بے جا' مجرمانہ تخویف اور دنگا فساد کے جرم کا ارتکاب کرنے پر پولیس کو رپورٹ دی۔ مناسب تحقیقات کے بعد پولیس اس نتیجے پر پہنچی کہ کیس جھوٹا ہے اور اس کی منسوخی کی سفارش کی۔ اس کے بعد اس نے علاقہ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک استغاثہ مورخہ 16-8-1993 کو دائر کر دیا۔ قمر اور مشتاق درخواست گزاران نمبر 3 اور 4 محولہ بالا استغاثہ میں گواہانِ استغاثہ کی حیثیت سے پیش ہوئے۔ ابتدائی شہادت کے بعد عدالت نے عبداللہ وغیرہ کو بروئے حکم مورخہ 31-10-1993 طلب کر لیا۔ (لف سی 4)

(III) سائلان کے خلاف مقدمہ من گھڑت ہے اور محولہ بالا عداوت کا نتیجہ ہے۔ مزید برآں رپورٹ چھ دن کی تاخیر سے درج کی گئی ہے جو استغاثے کی کہانی کو مشکوک بناتی ہے۔

(IV) احمدی ہونے کی بناء پر' سائلان احمدیہ فرقے کے بانی مرزا قادیانی کی تعلیمات کے پیروکار ہیں' جس نے کبھی بھی پیغمبر حضرت محمد (ﷺ) کے ہم رتبہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ درحقیقت کوئی شخص بھی ایسا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ مرزا صاحب نے اعلانیہ کہا تھا کہ وہ حضرت محمد (ﷺ) کا تابع ہے۔ مزید برآں مرزا صاحب نے کبھی بھی براہ راست اپنا موازنہ رسول پاک (ﷺ) سے نہیں کیا۔ مرزا صاحب کی تحریریں رسول پاک حضرت محمد (ﷺ) کے لیے

محبت اور گہرے احترام کی عکاسی کرتی ہیں، اس سلسلے میں ذیل کے حوالہ جات دیکھے جاسکتے ہیں:

نمبر شمار	نام کتاب	صفحہ نمبر
-1	کشتی نوح	21-20
-2	آئینہ کمالات اسلام	224,164,160,15
-3	چشمۂ معرفت	302
-4	پیغام صلح	461,459
-5	تریاق القلوب	141
-6	لیکچر سیالکوٹ	206
-7	قادیان کے آریہ اور ہم	456
-8	براہین احمدیہ	104,101

(V) سائلان کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی فقط ''مہدی موعود'' یا ''مسیحِ موعود'' تھا اور اس کے علاوہ کچھ نہیں۔

(VI) فل بنچ نے اس بات کا فیصلہ ماتحت عدالت پر چھوڑ دیا ہے کہ آیا ملزمان نے جو زبان استعمال کی، وہ حضرت محمد (ﷺ) کے بارے میں باعث کسر شان ہے اور تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295- سی کے تحت جرم بنتی ہے، چنانچہ اس عدالت کو اس بات کی جانچ پڑتال نہیں کرنی چاہیے۔

(VII) بہر حال، اس بات کا فیصلہ کرتے ہوئے آیا، بادی النظر میں انہوں نے مبینہ جرم کا ارتکاب کیا ہے، سائلان کے عقیدے کو لازمی طور پر دیکھنا ہوگا۔ درخواست گزار کے فاضل وکیل نے خصوصاً کیس، ناصر احمد بنام سرکار (1993 SCMR 153) میں دیئے گئے فیصلے کے پیرا نمبر 5 پر انحصار کیا ہے، جو ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے:

''فریقین کے وکلا کی بحث قدرے تفصیل سے سننے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاملہ میں سب سے اہم سوال جو غور طلب ہے، وہ یہ ہے کہ آیا ''توہین'' ظاہراً تحریر کردہ یا زبانی الفاظ سے ہوتی ہے یا ملزمان کے فعل سے یا اس مقصد کے لیے مجموعی پس منظر کو دیکھنا ضروری ہے، جس میں لازمی طور پر ان الفاظ کو استعمال کرنے والے کا عقیدہ، نیت،

مقصد اور پس منظر شامل ہو۔ بادی النظر میں اور ظاہری طور پر ہمارا تاثر یہ ہے کہ ان کلمات کے استعمال سے کسی مسلمان یا کسی بھی شخص کی دل آزاری' ناراضگی یا اشتعال انگیزی نہیں ہوتی اور نہ ہی ان سے حضور نبی کریم ﷺ یا مسلمانوں کی توہین ہوتی ہے۔ ہاں اگر ان کلمات کو پڑھنے یا سننے والا شخص ان الفاظ کو استعمال کرنے والے شخص کے پس منظر کی گہرائی تک جائے اور اس کے ایمان' عقیدے اور پوشیدہ مقصد کے بارے میں اپنے خصوصی علم کو بروئے کار لائے تو پھر مبینہ نتائج ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔''

5- دوسری جانب مسٹر نذیر احمد غازی فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے ذیل کی معروضات پیش کی ہیں:

(i) پولیس تحقیقات ظاہر کرتی ہے کہ وقوعہ فی الحقیقت رونما ہوا ہے۔

(ii) یہ سچ ہے کہ مظفر' مستغیث کے والد اور ریاض احمد سائل نمبر 1 کے مابین دیوانی مقدمے بازی چل رہی ہے' تاہم مذکورہ مقدمے بازی کے باوجود مظفر اور اس کے بیٹے عبداللہ نے ایسے الزامات پہلے کبھی نہیں لگائے۔ مزید برآں اگر وہ اسے جھوٹے کیس میں ملوث کرنا چاہتا تو تعزیرات پاکستان کی کسی بھی دوسری دفعہ کے تحت ملوث کر سکتا تھا اور غلط طور پر پیغمبر حضرت محمد (ﷺ) کا مقدس نام اس معاملے میں لانے کی حد تک نہ جاتا' جو کسی دوسرے مسلمان کی طرح اسے بھی دل و جان سے محبوب ہیں۔

(iii) اگر مستغیث اور ملزم پارٹی کے مابین کچھ عداوت موجود ہے' تب بھی ملزمان اور ان تین چشم دید گواہوں کے درمیان تو کوئی دشمنی یا عداوت موجود نہیں ہے۔ وہ غیر جانبدار ہیں اور انہوں نے تفتیش کے دوران مستغیث کے بیان کی بھرپور حمایت کی ہے۔

(iv) وقوعے کی اطلاع میں تاخیر' مقدمہ ہذا کے حالات کی روشنی میں' استغاثہ کے کیس پر کوئی برا اثر مرتب نہیں کرتی۔ اگر مستغیث جھوٹا ہوتا تو وہ بڑی آسانی کے ساتھ یہ کہہ سکتا تھا کہ وقوعہ 17- نومبر 1993ء ہی کو رونما ہوا تھا' جس دن کہ رپورٹ حقیقت میں درج کی گئی۔ پولیس ایف آئی آر کے رسمی اندراج سے بھی پہلے تحقیقات کرنے کی اہل ہے۔ اس کیس میں کوئی برآمدگی یا قرائنی شہادت مطلوب نہ ہے۔ لہذا تاخیر استغاثے کے کیس کی صداقت کو متاثر نہیں کرتی۔ کیس کا انحصار مکمل طور پر ان زبانی شہادتوں پر ہے' جو مستغیث

اور تین چشم دید گواہوں نے دی ہیں۔اگر گواہوں کا یقین کر لیا جائے تو پھر یہ کہنا ممکن نہیں کہ وقوعہ رونما نہیں ہوا۔ عام فوجداری مقدمات میں بھی تاخیر فی نفسہ کافی نہیں ہوتی کہ استغاثے کے کیس کو خارج کر دیا جائے' بشرطیکہ ارتکاب جرم کے بارے میں معتبر شہادت موجود ہو۔اس سلسلہ میں ذیل کے فیصلوں پر انحصار کیا گیا ہے:

(i) تاج محمد الیاس عرف تاجو بنام سرکار (1991 P.Cr. L.J.2167)

(ii) چودھری محمد بنام ایس ایچ او رحیم یار خان اور دو دیگران (1977 P.Cr.L.J.2)

(iii) ہرسان بنام سرکار (1989 Pcr. L. J 809)

(iv) گل نواز لون دیگر بنام ایس ایچ او (P.L.D1990 Lah.428)

(v) غلام صدیق بنام ایس ایچ او صدر ڈیرہ غازی خاں و 8 دیگران (P.L.D.1979 Cr. Cases. 263)

(vi) محمد حسن بنام ایس ایس پی فیصل آباد و 7 دیگران (1992 P.Cr.L.J.2307)

(vii) عالم شیر و 5 دیگران بنام سرکار (1975 P.Cr.L.J.1188)

(V) درخواست گزاران کے فاضل وکیل نے موقف اختیار کیا ہے کہ کوئی بھی شخص حضرت محمد (ﷺ) پر برتری یا ان سے ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور یہ کہ درخواست گزاران مرزا قادیانی کے پیروکار ہونے کی بناء پر ایسے الفاظ بولنے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتے' جو ایف آئی آر میں ان سے منسوب کیے گئے ہیں' تاہم درخواست گزاران کے استعمال کردہ الفاظ محض ان کے اپنے ہی الفاظ نہیں ہیں' بلکہ مرزا قادیانی کی تعلیمات کا حصہ ہیں۔اس ضمن میں کیس ظہیر الدین بنام حکومت (1993 SCMR 1718) میں دیئے گئے فیصلے کا پیرا نمبر 82 دیکھا جا سکتا ہے۔ملزمان کی طرف سے استعمال کردہ زبان تقریباً وہی ہے جو مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''براہین احمدیہ'' جلد 5' باب 2 (نصرۃ الحق) صفحہ 56 اور ''حقیقت الوحیٰ'' کے صفحہ 67 پر استعمال کی ہے۔ ملزمان کے بولے گئے الفاظ ان کے عقیدے کے مطابق ہیں۔

(vi) بادی النظر میں' ملزمان کی استعمال کردہ زبان تعزیرات پاکستان کی دفعہ

295 سی کے تحت جرم بنتی ہے جو ضابطہ فوجداری کے سیکشن 497 کی ممنوعہ کلاز کے دائرے میں آتا ہے۔ ملزمان حضرت محمد (ﷺ) کا رتبہ گھٹا کر مرزا قادیانی کی سطح پر لے آئے ہیں جو (یعنی مرزا قادیانی) دستور پاکستان کے آرٹیکل 260(3) کی شق ''الف'' کی رو سے مسلمان نہیں ہے۔ مزید برآں مرزا قادیانی کو برطانوی سامراج کے مفادات کے تحفظ کے لیے لگایا گیا تھا اور جو کوئی بھی اسے نبی اکرمؐ کے ہم رتبہ قرار دیتا ہے' وہ اہانت رسول اقدس کا ارتکاب کرتا ہے۔

(vii) اس سوال کا فیصلہ کہ آیا سائلان جرم کے مرتکب ہوئے ہیں' بالآخر عدالت ماتحت ہی کرے گی' لیکن ضمانت کے مرحلے پر مواد کا عارضی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور بادی النظر میں ارتکاب جرم کے بارے میں رائے قائم کی جا سکتی ہے۔

6- فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کی اس دلیل میں خاصا وزن موجود ہے کہ اس معاملہ ہذا کی پولیس رپورٹ میں تاخیر' موجودہ کیس کے حالات و واقعات میں' استغاثے کے کیس کو مشکوک بنانے کے لیے کافی نہیں ہے۔ مقدمے سے کسی قرائنی شہادت یا برآمدگی کا تعلق نہ ہے' بلکہ اس کا انحصار زبانی شہادتوں پر ہے' جو مستغیث اور تین چشم دید گواہوں نے دی ہیں۔ عام فوجداری مقدمات میں ایف آئی آر کے اندراج میں عجلت پر اس لیے اصرار کیا جاتا ہے تاکہ پولیس کو اطلاع دینے سے پہلے سوچ بچار سے بچا جائے اور تفتیشی ایجنسی حقائق کے حصول کے لیے قرائنی شہادت محفوظ کر لے' جس سے مستغیث کے نقطۂ نظر کے درست یا غلط ہونے کا تعین کیا جا سکے۔ مزید برآں مستغیث کی طرف سے یہ کہنے میں کوئی امر مانع نہیں تھا کہ وقوعہ 17- نومبر 1993ء کو رونما ہوا (جب تحریری شکایت ایس ایچ او کے پاس داخل کی گئی۔)

جہاں تک ایف آئی آر کے رسمی اندراج سے پہلے' کی گئی تفتیش کا تعلق ہے' اس سلسلے میں یہ کہنا کافی ہے کہ معاملے کے اس پہلے کے متعلق اس عدالت کے فل بنچ نے اپنے حکم مورخہ 25-4-1994 میں قرار دیا تھا: ''فوجداری تفتیش کے آغاز کے لیے ایف آئی آر کا ملنا یا اندراج کوئی لازمی امر نہیں ہے اور اس سلسلے میں کی جانے والی غیر قانونی بات' فی نفسہ مقدمے یا گرفتاری کو متاثر نہیں کرتی۔'' میں اس بنیاد پر مستغیث کی صداقت پر شبہ کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوں کہ اس معاملہ میں پولیس کو رپورٹ کرنے میں تاخیر کی گئی ہے۔

7- سائلان کے فاضل وکیل کی جانب سے بیان کردہ حقائق سے سائلان اور مستغیث اور اس کے والد کے مابین مخاصمت کا پس منظر تو ثابت ہوتا ہے۔ کسی خاص کیس کے واقعات اور

حقائق کے پیش نظر ضمانت کے مرحلے پر بھی یہ قرار دینا ممکن ہے کہ ملزم کو مستغیث پارٹی کے ساتھ عداوت اور ماضی کی دشمنی کی بناء پر مقدمے میں الجھا دیا گیا ہو' تاہم موجودہ کیس میں ذیل میں دی گئی وجوہ کی بناء پر میں ایسا قرار دینے کے حق میں نہیں ہوں:

(الف) مظفر مستغیث کے والد اور ملزم کے مابین عداوت کا آغاز 9-12-1991 کو ہوتا ہے' جب اس نے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست دائر کی کہ ریاض احمد درخواست گزار نمبر 1 کو نمبردار کے عہدے سے برطرف کیا جائے۔ اس وقت سے اس نے یا اس کے بیٹے نے ملزم کو کسی فوجداری مقدمے میں ملوث کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی' یا اس کی برطرفی کے لیے زمین تیار کرنے یا دوسری صورت میں اس سے انتقام لینے کی کوئی کوشش نہیں کی۔

(ب) دیوانی اور فوجداری مقدمات کے باوجود فریقین کے مابین دسمبر 1991 سے لے کر موجودہ واقعے تک' جو کہ 11-11-1993 کو رونما ہوا' کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش نہیں آیا۔

(ج) کیس کی تائید تین دیگر چشم دید گواہان مسمی نذیر احمد ولد بابو خاں' محمد قمر ولد محمد حسن اور قدیر احمد ولد نذیر احمد نے بھی کی ہے' جن کا ایسا کوئی محرک نظر نہیں آتا کہ وہ ملزمان اور سائلان کے خلاف جھوٹی گواہی دیں۔

(د) تفتیشی افسر اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ ایف آئی آر میں درج واقعہ ظہور پذیر ہوا ہے۔

8- لہٰذا میں سائلان کے فاضل وکیل سے اتفاق کرنے پر تیار نہیں ہوں کہ یہ کیس مستغیث پارٹی نے سائلان کے خلاف ماضی کی عداوت کی بناء پر گھڑا ہے' تاہم مذکورہ بالا نقطۂ نظر عارضی ہے اور ماتحت عدالت کو آزادی ہوگی کہ وہ بالآخر اس کا فیصلہ فریقین کی جانب سے پیش کردہ شہادتوں کی روشنی میں کرے۔ سائلان کے فاضل وکیل نے یہ استدلال نہیں کیا کہ آیا وہ زبان جو' کہا جاتا ہے کہ سائلان نے استعمال کی' کسی بھی انداز میں حضرت محمد (ﷺ) کی شان کے خلاف تھی اور اس سے آپؐ کے مقدس اور پاک نام کی بے حرمتی ہوتی تھی۔ انہوں نے خصوصاً اس بات پر زور دیا کہ استغاثے کا کیس جھوٹا اور دیرینہ عداوت کی پیداوار ہے۔ مزید برآں ان کی کوشش تھی کہ ضمانت کے مرحلے پر اس عدالت کو اس سوال میں نہیں پڑنا چاہیے اور اس کا فیصلہ ماتحت عدالت پر چھوڑ دینا چاہیے۔ زیادہ اس لیے بھی کہ اس کیس میں اس عدالت کے فل بنچ نے بھی اسی طریقہ کار کو اپنے حکم مورخہ 25-4-94 میں ترجیح دی تھی۔

9- یہ ایک مسلمہ قانون ہے کہ درخواست ضمانت کا فیصلہ کرنے کے لیے ریکارڈ پر موجود مواد کو عارضی طور پر جانچنا پڑتا ہے۔ اس ضمن میں' میں خالد جاوید گیلان بنام سرکار (PLD 1978 SC 256) کیس میں عدالت عظمٰی کے فیصلے کا حوالہ دے سکتا ہوں۔

10- ایف آئی آر میں لگائے گئے الزامات کی رُو سے سائلان نے کہا تھا کہ مرزا قادیانی سچا پیغمبر تھا اور کسی بھی حالت میں اس کی عظمت حضرت محمد (ﷺ) سے کم تر نہ تھی۔ حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ مرزا کا موازنہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ حضرت محمد (ﷺ) کے معجزات کی تعداد تین ہزار تھی' لیکن مرزا قادیانی کے معجزات تین لاکھ تھے۔

11- یہ غیر ممکن نہیں ہے کہ ایک قادیانی محولہ بالا الفاظ بولے کیونکہ یہی الفاظ مرزا قادیانی کی تحریروں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ حضرت محمد ﷺ کے تین ہزار معجزوں کا ذکر مرزا قادیانی کی کتاب ''تحفہ گولڑویہ'' میں ہے جو کتاب ''روحانی خزائن'' جلد 17' صفحہ 153 میں شامل ہے۔ متعلقہ حصہ پڑھنے میں یوں آتا ہے:

> ''کوئی شریر النفس ان تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے' جو ہمارے نبی ﷺ سے ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیش گوئی کو بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی۔''

12- جہاں تک اس کا اپنا تعلق ہے' ابتداءً مرزا قادیانی نے اپنے معجزوں کی تعداد تین ہزار سے زائد بتائی ہے اور بعد ازاں اپنی مختلف کتابوں میں اس سے زیادہ تعداد' یعنی ایک لاکھ' تین لاکھ اور دس لاکھ دی ہے۔ اس کی کتابوں کے متعلقہ حصے ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

(الف) ''خدا کے عظیم الشان نشان بارش کی طرح میرے پر اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کھل رہی ہیں۔ ہزار ہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں اور تین ہزار سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکا ہے۔'' (''تریاق القلوب'' مشمولہ ''روحانی خزائن' جلد 15' ص 140)

(ب) ''میں اس امر میں صاحب مشاہدہ ہوں۔ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ میرے ہاتھ پر اس نے نشان دکھلائے ہیں۔'' (''ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام'' صفحہ 341' مصنف مولوی محمد علی' ''چشمہ معرفت'' حصہ دوم' صفحہ 60' مصنف مرزا قادیانی)

(ج) ''میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے' جو 16- جولائی 1906ء ہے' اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالٰی

کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔'' (''حقیقت الوحی'' چوتھا ایڈیشن' صفحہ 67 مندرجہ روحانی خزائن ج 22 ص 70 از مرزا قادیانی)

(د) ''اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے اور اسی نے مجھے مسیح موعود کے نام سے پکارا ہے اور اسی نے میری تصدیق کے لیے بڑے بڑے نشانات ظاہر کیے ہیں جو تین لاکھ تک پہنچتے ہیں۔''

(''تتمہ حقیقت الوحی'' چوتھا ایڈیشن' صفحہ 68 مندرجہ روحانی خزائن ج 22 ص 1502 از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی تین لاکھ معجزات کے اپنے دعوے سے بھی مطمئن نہیں تھا اور ایک دوسری جگہ اس نے دعویٰ کیا کہ اس کی پیش گوئیوں کے سلسلے میں اللہ کے نشانات (معجزے) دس لاکھ سے متجاوز ہیں۔ اس کی کتاب ''براہین احمدیہ'' کا متعلقہ حصہ مندرجہ ذیل ہے:

- ''ان چند سطروں میں جو پیش گوئیاں ہیں' وہ اس قدر نشانوں پر مشتمل ہیں جو دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے اور نشان بھی ایسے کھلے کھلے ہیں جو اول درجہ پر خارق عادت ہیں۔ سو ہم اوّل صفائی بیان کے لیے ان پیش گوئیوں کے اقسام بیان کرتے ہیں۔ بعد اس کے یہ ثبوت دیں گے کہ یہ پیش گوئیاں پوری ہوگئی ہیں۔ اور درحقیقت یہ خارق عادت نشان ہیں۔ اور اگر بہت ہی سخت گیری اور زیادہ سے زیادہ احتیاط سے بھی ان کا شمار کیا جائے' تب بھی یہ نشان' جو ظاہر ہوئے' دس لاکھ سے زیادہ ہوں گے۔''

(''براہین احمدیہ'' جلد پنجم' باب 2' صفحہ 56 مندرجہ روحانی خزائن ج 21 ص 72 از مرزا قادیانی)

13- سائلان کے فاضل وکیل نے یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ درخواست گزاران کا محض یہ عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی' مسیح موعود اور مہدی موعود تھا اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ وہ حضرت محمد (ﷺ) کے تابع تھا اور رتبے میں رسول پاک (ﷺ) سے کم تر تھا۔ مسٹر نذیر احمد غازی فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے اسی شدت سے سائلان کے فاضل وکیل کے مذکورہ بالا استدلال سے انکار کیا اور زور دے کر کہا کہ سائلان مسلمہ طور پر قادیانی ہیں' جن کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی نبی تھا اور اس نے یہ مرتبہ حضرت محمد (ﷺ) کی مہر کے ساتھ حاصل کیا تھا اور وہ پہلے تمام انبیاء' بشمول حضرت محمد ﷺ' کی تمام صفات رکھتا تھا۔ اس ضمن میں انہوں نے ایک پمفلٹ بعنوان ''ایک غلطی کا ازالہ'' تحریر کردہ مرزا قادیانی کا حوالہ دیا۔ پمفلٹ کے مندرجات واضح طور پر فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کے استدلال کی تائید کرتے ہیں۔ انہوں نے مرزا قادیانی کی کتاب ''نزول مسیح'' سے ذیل کے اقتباس کا بھی حوالہ دیا:

❑ ''میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیتِ کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں محمدی شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔ اگر میں کوئی علیحدہ شخص نبوت کا دعویٰ کرنے والا ہوتا تو خدا تعالیٰ میرا نام محمد اور احمد اور مصطفیٰ اور مجتبیٰ نہ رکھتا بلکہ میں کسی علیحدہ نام سے آتا' لیکن خدا نے ہر بات میں وجودِ محمدی میں مجھے داخل کر دیا۔''

(''نزولِ مسیح'' صفحہ 3 حاشیہ مندرجہ روحانی خزائن ج18 ص381 حاشیہ از مرزا قادیانی)

مرزا قادیانی نے متعدد قرآنی آیات کو خود سے منسوب کیا ہے' جو حضرت محمد (ﷺ) کی شان میں نازل ہوئیں۔ چند حوالے ذیل میں دیئے جاتے ہیں:

(i) وما ارسلنک الا رحمة للعالمین (''حقیقت الوحی'' صفحہ 82)

(ii) سبحٰن الذی اسریٰ بعبدہٖ لیلاً (''حقیقت الوحی'' صفحہ 78...... ''تذکرہ'' صفحہ 635)

(iii) انّا اعطینک الکوثر O (''حقیقت الوحی'' صفحہ 102...... ''تذکرہ'' صفحہ 682,278)

(iv) انا فتحنا لک فتحا مبینا O (''حقیقت الوحی'' صفحہ 74...... ''تذکرہ'' صفحہ 631,278)

(v) فتدلی O فکان قاب قوسین او ادنیٰ (''حقیقت الوحی'' صفحہ 86)

(vi) الرحمٰن O علّم القران O (''حقیقت الوحی'' صفحہ 72)

(vii) قل ان کنتم تحبّون الله فاتبعونی یحببکم الله (''تذکرہ'' صفحات 639,636,277)

(viii) یٰسٓ O انک لمن المرسلین (''حقیقت الوحی'' صفحہ 107)

(ix) هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره' علی الدین کله (''تذکرہ'' صفحہ 638,609,607)

(x) مارمیت اذرمیت ولکن الله رمی (''تذکرہ'' صفحہ 617)

(xi) قل انما انا بشرٌ مثلکم یُوحیٰ الی انما الهکم اله واحد (''تذکرہ'' صفحہ 639)

مزید برآں مرزا قادیانی نے دعویٰ کیا کہ وہ ''درود و سلام'' کا مستحق ہے اور یہ کہ اس کے پیروکار جائز طور پر اس کے نام کے ساتھ ''علیہ الصلوۃ والسلام'' لکھ سکتے ہیں۔ (حوالے کے لیے دیکھئے ''اربعین'' نمبر 2' صفحہ 6) کتاب ''تذکرہ' میں' جو قادیانیوں کے مطابق مرزا قادیانی کے الہامات پر مشتمل ہے' صفحہ 794 طبع دوم پر یہ الہام ''صلّی الله علیک علی محمد'' موجود ہے۔ مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ''حقیقت الوحی'' باب 4' صفحہ 74' 75 روحانی خزائن ج18 ص78 میں درج ذیل وحی کا حوالہ بھی دیا ہے:

❑ اصحاب الصفّة وما ادرک ما اصحاب الصفّة- تری اعینهم تفیض من الدمع - یصلون علیک.

اس طرح یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی کے دعووں کے مطابق وہ نبی تھا' اللہ کی جانب سے اس کا نام محمد اور احمد رکھا گیا تھا۔ اسے ''رحمۃ للعالمین'' بنا کر بھیجا گیا تھا' وہ محمد متشکل تھا اور حضرت محمد (ﷺ) اور ان کی نبوت کا کامل عکس تھا اور حضرت محمد (ﷺ) کی طرح درود و سلام کا حقدار تھا۔ چنانچہ سائلان کی جانب سے مرزا قادیانی کو حضرت محمد (ﷺ) کی حیثیت اور مرتبے سے کم تر نہ قرار دینا خلاف امکان نہیں۔ سائلان کے فاضل وکیل نے مرزا قادیانی کی متعدد کتابوں کا حوالہ دیا ہے' جس میں اس نے حضرت محمد (ﷺ) کے لیے محبت اور گہری عقیدت واحترام کا اظہار کیا ہے۔ چند حوالہ جات یہاں درج کیے جاتے ہیں:

(الف) نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن' اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد ﷺ۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ وجلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو۔ (''کشتی نوح'' صفحہ 21)

(ب) بعد از خدا بعشق محمد مخمرم گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم

(ج) ہم نے ایک ایسے نبی کا دامن پکڑا ہے' جو خدا نما ہے۔ کسی نے یہ شعر بہت ہی اچھا کہا ہے ؎

محمد عربی بادشاہِ ہر دو سرا
کرے ہے روحِ قدس جس کے در کی دربانی
اسے خدا تو نہیں کہہ سکوں' پر کہتا ہوں
کہ اس کی مرتبہ دانی میں ہے خدا دانی

(''چشمہ معرفت مشمولہ روحانی خزائن'' جلد 23' صفحہ 302)

(د) اسلام سے کچھ دن پہلے تمام مذاہب بگڑ چکے تھے اور روحانیت کھو چکے تھے۔ پس ہمارے نبی ﷺ اظہارِ سچائی کے لیے ایک مجدد اعظم تھے' جو گم گشتہ سچائی کو دوبارہ دنیا میں لائے۔ اس فخر میں ہمارے نبی ﷺ کے ساتھ کوئی بھی نبی شریک نہیں کہ آپؐ نے تمام دنیا کو ایک تاریکی میں پایا اور پھر آپ کے ظہور سے وہ تاریکی نور میں بدل گئی۔ (لیکچر سیالکوٹ مشمولہ ''روحانی خزائن'' جلد 20' صفحہ 206)

(ہ) مخالفین نے ہمارے رسول ﷺ کے خلاف بے شمار بہتان گھڑے ہیں اور اپنے اس دجل کے ذریعے ایک خلق کثیر کو گمراہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میرے

دل کو کسی چیز نے بھی کبھی اتنا دکھ نہیں پہنچایا جتنا کہ ان لوگوں کے ہنسی مذاق نے پہنچایا ہے' جو وہ ہمارے رسول پاک ﷺ کی شان میں کرتے رہتے ہیں۔ ان کے دل آزار طعن و تشنیع نے' جو وہ حضرت خیرالبشر ﷺ کی ذات والا صفات کے خلاف کرتے ہیں' میرے دل کو سخت زخمی کر رکھا ہے۔ خدا کی قسم اگر میری ساری اولاد اور اولاد کی اولاد اور میرے سارے دوست اور میرے سارے معاون و مددگار میری آنکھوں کے سامنے قتل کر دیئے جائیں اور خود میرے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور میری آنکھ کی پتلی نکال پھینکی جائے اور میں اپنی تمام مرادوں سے محروم کر دیا جاؤں اور اپنی تمام خوشیوں اور تمام آسائشوں کو کھو بیٹھوں تو ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لیے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کیے جائیں۔ پس اے میرے آسمانی آقا! تو ہم پر اپنی رحمت اور نصرت کی نظر فرما اور ہمیں اس ابتلائے عظیم سے نجات بخش۔ (ترجمہ عربی عبارت ''آئینہ کمالات اسلام'' صفحہ 15)

اگر مرزا قادیانی کے پیروکاران کا عقیدہ اس کی محولہ بالا تحریروں تک محدود ہو' جن میں پیغمبر ﷺ کے لیے محبت اور احترام کا اظہار کیا گیا ہے تو کوئی بھی مسلمان ان کے خلاف کسی قسم کی رنجش نہیں رکھ سکتا' لیکن بدقسمتی سے مرزا قادیانی کی دیگر ایسی تحریریں ہیں' جن میں اس نے نہ صرف حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ کامل مطابقت اور ہم سری کے دعوے کی جسارت کی ہے بلکہ آپ ﷺ کی شانِ مبارک میں بے ادبی کا مظاہرہ بھی کیا ہے۔ معاملے کے اس پہلو پر معزز عدالت عظمیٰ نے ظہیرالدین کیس میں غور کیا ہے (جس پر فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے انحصار کیا ہے) عدالت نے اپنے فیصلے کے پیرا 82 میں یوں اظہارِ خیال کیا'' نہ صرف یہ کہ مرزا صاحب نے اپنی تحریروں میں حضرت محمد (ﷺ) کی شان اور عظمت کو کم کرنے کی کوشش کی' بلکہ اس نے گاہے گاہے ان کی تضحیک بھی کی''۔ اس ضمن میں معزز عدالت عظمیٰ نے مرزا قادیانی کی کتابوں سے درج ذیل اقتباسات کا حوالہ دیا:

(i) ''پیغمبر ﷺ تبلیغ اسلام کے کام کی تکمیل نہ کر سکے اور میں اسے مکمل کرتا ہوں۔'' (حاشیہ ''تحفہ گولڑویہ'' صفحہ 165 روحانی خزائن ج 17 ص 263)

(ii) ''پیغمبر ﷺ کچھ وحیوں کو سمجھ نہ سکے اور انہوں نے بہت سی غلطیاں کیں۔'' (ازالہ اوہام' ص 346 مندرجہ روحانی خزائن ج 3 ص 472' 473)

(iii) ''پیغمبر ﷺ کے معجزات تین ہزار تھے''۔(''تحفہ گولڑویہ'' صفحہ 67 'روحانی خزائن ج17 ص153)

(iv) ''میرے دس لاکھ نشانات ہیں''۔(''براہین احمدیہ ج 5 صفحہ 56 روحانی خزائن ج 21 ص72)

معزز عدالت عظمیٰ کے نوٹس میں مزید یہ آیا کہ قادیانیوں کا عقیدہ ہے کہ مرزا قادیانی (نعوذ باللہ) شکل محمدی لیے ہوئے ہے۔اس ضمن میں عدالت نے مرزا صاحب کی کتاب ''خطبہ الہامیہ'' سے ذیل کے اقتباس کا حوالہ دیا:

''جو مجھ میں اور محمد (ﷺ) میں امتیاز روا رکھتا ہے' اس نے نہ ہی مجھے دیکھا ہے اور نہ ہی مجھے جانا ہے۔''

چونکہ قادیانی مرزا قادیانی کی جمیع تعلیمات پر ایمان رکھتے ہیں' بشمول اس کے اس دعوے کے کہ وہ حضرت محمد (ﷺ) کی تمام خوبیوں اور تعظیمی القابات کا حامل ہے' اس لیے وہ یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتے کہ مرزا قادیانی نبی تھا جو محمد (ﷺ) سے عزت' مرتبے اور حیثیت میں کمتر نہیں تھا۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے اصرار کیا ہے کہ ایسا اعلان' حضرت محمد (ﷺ) کی شان میں گستاخی ہے کیونکہ مرزا قادیانی اور اس کے پیروکار دستور پاکستان کے آرٹیکل 260(3) کی شق ''الف'' اور ''ب'' کی رو سے غیر مسلم ہیں اور پوری دنیا میں مسلم اُمہ انہیں غیر مسلم ہی سمجھتی ہے۔انہوں نے یہ سوال اٹھایا کہ اللہ کے عظیم ترین پیغمبر کا درجہ (نعوذ باللہ) ایک دغا باز اور غیر مسلم کی سطح پر کیسے لایا جا سکتا ہے جسے فی الحقیقت برطانوی سامراج کے مفادات کے تحفظ کے لیے پلانٹ کیا گیا تھا۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل نے اپنے اس استدلال کی تائید میں مرزا قادیانی کی درج ذیل تحریروں کا حوالہ دیا ہے:

(الف) میں بار بار اعلان دے چکا ہوں کہ میرے بڑے بڑے پانچ اصول ہیں: اول یہ کہ خدا تعالیٰ کو وحدہ' لاشریک اور ہر ایک منفعت' موت' بیماری اور لاچاری اور درد اور دکھ اور دوسری نالائق صفات سے پاک سمجھنا۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سلسلہ نبوت کا خاتم اور آخری شریعت لانے والا اور نجات کی حقیقی راہ بتلانے والا حضرت سیدنا و مولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کو یقین رکھنا۔ تیسرے یہ کہ دین اسلام کی دعوت محض دلائل عقلیہ اور آسمانی نشانوں سے کرنا اور خیالات غازیانہ اور جہاد اور جنگجوئی کو اس زمانہ کے لیے قطعی طور پر

حرام اور ممتنع سمجھتا ہے اور ایسے خیالات کے پابند کو صریح غلطی پر قرار دینا۔ چوتھے یہ کہ اس گورنمنٹ محسنہ کی نسبت' جس کے ہم زیر سایہ یعنی گورنمنٹ انگلش' کوئی مفسدانہ خیالات دل میں نہ لانا اور خلوصِ دل سے اس کی اطاعت میں مشغول رہنا۔ پانچویں کہ بنی نوع سے ہمدردی کرنا اور حتی الوسع ہر ایک شخص کی دنیا اور آخرت کی بہبودی کے لیے کوشش کرتے رہنا اور امن اور صلح کاری کا اور نیک اخلاق کو دنیا میں پھیلانا۔ یہ پانچ اصول ہیں جن کی اس جماعت کو تعلیم دی جاتی ہے۔(''کتاب البریہ'' صفحہ 348 روحانی خزائن ج13 ص348 از مرزا قادیانی)

(ب) سو میرا مذہب' جس کو میں بار بار ظاہر کرتا ہوں' یہی ہے کہ اسلام کے دو حصے ہیں: ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی اطاعت کریں' دوسری اس سلطنت کی' جس نے امن قائم کیا ہو' جس نے ظالموں کے ہاتھ سے اپنے سایہ میں ہمیں پناہ دی ہو۔ سو وہ سلطنت حکومت برطانیہ ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ ہم یورپ کی قوموں کے ساتھ اختلاف مذہب رکھتے ہیں اور ہم ہرگز خدا تعالیٰ کی نسبت وہ باتیں پسند نہیں رکھتے' جو انہوں نے پسند کی ہیں لیکن ان مذہبی امور کو رعیت اور گورنمنٹ کے رشتہ سے کچھ علاقہ نہیں۔ خدا تعالیٰ ہمیں صاف تعلیم دیتا ہے کہ جس بادشاہ کے زیر سایہ امن کے ساتھ بسر کرو' اس کے شکرگزار اور فرماں بردار بنے رہو۔ سو اگر ہم گورنمنٹ برطانیہ سے سرکشی کریں تو گویا اسلام اور خدا اور رسولؐ سے سرکشی کرتے ہیں۔ (''شہادۃ القرآن'' از مرزا قادیانی مشمولہ ''روحانی خزائن'' جلد 6' صفحہ 380-381)

14- آگے بڑھنے سے پہلے بہتر ہوگا کہ ہم تعزیرات پاکستان کے سیکشن 295 سی کے مندرجات کا جائزہ لیں' جو اس طرح ہیں:

سیکشن 295-C:

''جو کوئی تحریری یا زبانی الفاظ سے' یا مرئی شبیہ یا اظہار سے' یا کسی بھی بہتان' مخفی توہین' یا در پردہ الزام سے بالواسطہ یا بلاواسطہ حضرت محمد ﷺ کے مقدس نام کی بے حرمتی کا ارتکاب کرتا ہے' تو اسے سزائے موت یا سزائے عمر قید دی جائے گی اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔''

محمد اسماعیل قریشی بنام پاکستان بوسیلہ سیکرٹری قانون و پارلیمانی امور کیس میں (PLD 10 FSC 1991) وفاقی شرعی عدالت کے فیصلے کے بعد تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-C کے الفاظ ''یا سزائے عمر قید'' اپنی تاثیر کھو بیٹھے ہیں' لہٰذا اب اس جرم کی سزا صرف موت ہے۔

15- لفظ "Defile" کے معانی ہیں پاکیزگی یا اکملیت' خوبی کو خراب کرنا' وقار گھٹانا' ظاہری طور پر داغ دار بنانا' آلودہ کرنا' میلا کرنا' بے عزتی کرنا' بے حرمتی کرنا وغیرہ (بلیک کی انگریزی لغت' پانچواں ایڈیشن' صفحہ 380)

''تقدس اور بزرگی کی بے حرمتی کرنا' بے ادبی کرنا' تحقیر کرنا' عزت کو داغدار کرنا' بے آبرو کرنا۔'' (آکسفورڈ انگلش ڈکشنری' جلد 3' صفحہ 136)

16- قانون کی مندرجہ بالا دفعہ کے سرسری مطالعے سے ہی یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ کسی بھی تحریری یا زبانی لفظ یا مرئی شبیہ یا اظہار' یا کسی بہتان' جس سے حضرت (ﷺ) کے مقدس نام پر حرف آتا ہو' بالواسطہ یا بلاواسطہ یا کسی بھی رمز کنائے سے مثلاً مخفی ہتک ایسا جرم ہے جو تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295-C کے تحت آتا ہے۔ سائلان نے ایک طرف یہ دعویٰ کیا ہے کہ مرزا قادیانی کا مقام اور مرتبہ حضرت محمد (ﷺ) سے کمتر نہیں اور دوسری طرف کہا ہے کہ مرزا قادیانی کے معجزوں کی تعداد تین لاکھ تھی جبکہ پیغمبر حضرت محمد (ﷺ) کے معجزے تین ہزار تھے۔ فاضل اسسٹنٹ ایڈووکیٹ جنرل کا یہ استدلال کافی وزن رکھتا ہے کہ سائلان نے حضرت محمد ﷺ کے مقام کو پست کر کے' مرزا قادیانی کے برابر کر کے' نبی اکرم ﷺ کی شان میں گستاخی کی ہے کیونکہ مرزا قادیانی دستور پاکستان کے آرٹیکل 260(3) کی شق ''الف'' کی رُو سے مسلمان نہیں اور مسلم اُمہ کے اٹل عقیدے کے مطابق وہ نبوت کا جھوٹا دعویدار تھا۔ بادی النظر میں سائلان نے تعزیراتِ پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ محض یہ حقیقت کہ مرزا قادیانی نے اپنی متعدد کتابوں میں (جن کا حوالہ سائلان کے فاضل وکیل نے دیا ہے) حضرت محمد (ﷺ) کے لیے گہری محبت اور عقیدت و احترام کا اظہار کیا ہے' سائلان کی بریت کے لیے کافی نہیں۔ انہوں نے ایف آئی آر کے مطابق حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے بارے میں گستاخانہ کلمات استعمال کیے ہیں اور یہ کہنے کی جسارت کی ہے کہ مرزا قادیانی عظمت اور مرتبے میں حضرت محمد (ﷺ) سے کم تر نہیں تھا۔ یہ جرم' موت کی سزا کا مستوجب ہونے کی بناء پر ضابطہ فوجداری کی دفعہ 497 کے امتناع میں آتا ہے۔

17- سائلان کے فاضل وکیل نے بہ شدت ناصر احمد بنام سرکار کیس (1993

(SCMR 153 میں دیئے گئے فیصلے پر انحصار کیا ہے اور اس بات پر زور دیا ہے کہ اس سوال کا فیصلہ کہ آیا سائلان نے تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے' ماتحت عدالت پر چھوڑ دیا جائے اور اس مرحلے پر سائلان کو ضمانت پر رہا کر دیا جائے۔ یقیناً ارتکاب جرم کے بارے میں آخری فیصلہ ماتحت عدالت ہی کو کرنا ہے' لیکن اس مرحلے پر موجود مواد کی بنیاد پر ایک ابتدائی رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ مزید برآں نظری مقدمہ کے حقائق بالکل مختلف ہیں۔ مذکورہ کیس میں قادیانیوں نے شادی کے دعوتی کارڈ میں چند شعائر اسلام کا استعمال کیا تھا۔ (جس پر) یہ محسوس کیا گیا کہ ملزم کے عقیدے اور ارادے کے بارے میں گہری تحقیق کی ضرورت ہے۔ اور اس رائے کا اظہار کیا گیا کہ کسی بھی فرد کی طرف سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' السلام علیکم' انشاء اللہ کے استعمال سے بادی النظر میں تکلیف' ایذا اور اشتعال وغیرہ کے جذبات پیدا نہیں ہوتے اور نہ ہی یہ حضرت محمد (ﷺ) کی شان کے خلاف ہیں۔ مزید برآں' یہ رائے بھی دی گئی کہ ''یہ صرف اسی وقت ہوتا ہے جب انہیں پڑھنے اور سننے والا شخص ان کلمات کو استعمال کرنے والے شخص کے پس منظر کو بنظر عمیق دیکھتا ہے اور ایسے ملزم کے عقیدے' ایمان اور پنہاں ارادوں کے بارے میں اپنا خصوصی علم لاتا ہے تو مبینہ نتائج کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔'' بایں وجہ معانی یہ ہوئے کہ مسلمانوں کے لیے اشتعال اور رنج کے مبینہ نتائج یا حضرت محمد (ﷺ) کے پاک نام کی بے ادبی کا امکان اس کے بعد ہی پیدا ہوتا ہے کہ ملزم کے ایمان' عقیدے اور باطنی ارادوں کے پس منظر کو بنظر عمیق دیکھا جائے۔ چنانچہ مقدمے کے مخصوص حالات میں معزز عدالت عظمیٰ نے معاملے کا فیصلہ ماتحت عدالت پر چھوڑ دیا اور ملزمان کی ضمانت منظور کر لی۔ موجودہ کیس کے حقائق سراسر مختلف ہیں۔ سائلان نے' جو کہ قادیانی ہیں' مبینہ طور پر حضرت محمد (ﷺ) کے بارے میں گستاخانہ زبان استعمال کی اور سرعام اعلان کیا کہ مرزا قادیانی' اپنے مرتبہ ومقام میں رسول پاک ﷺ سے کم تر نہ تھا۔ انہوں نے مرزا قادیانی کے معجزوں کی تعداد بھی زیادہ بتائی اور صاف طور پر اسے بلند روحانی درجے پر رکھا' لہذا اس کیس میں سائلان نے بادی النظر میں تعزیرات پاکستان کی دفعہ 295 سی کے تحت جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

18- مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں' اس مرحلے پر میں سائلان کی ضمانت منظور کرنے کے لیے آمادہ نہ ہوں۔ نتیجتاً ان کی درخواست ضمانت مسترد کی جاتی ہے۔ تاہم' سماعت مقدمہ میں تاخیر کے باعث' سائلان کو (متوقع) نقصان سے بچانے کے لیے' عدالت ماتحت کو حکم دیا جاتا ہے کہ اس کیس کو دیگر مقدمات پر ترجیح دی جائے اور اس مقدمے کا فیصلہ جلد از جلد' ترجیحاً تین ماہ

کے اندر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

19- یہاں اس امر کی وضاحت کی جاتی ہے کہ ماتحت عدالت فریقین کی پیش کردہ شہادتوں اور مواد کی روشنی میں مذکورہ بالا آراء سے متاثر ہوئے بغیر مقدمے کا فیصلہ آزادانہ طور پر کرے گی۔

دستخط

جسٹس میاں نذیر اختر

9-6-1994 کو سنایا گیا۔

(پی ایل ڈی 1994ء لاہور 485)